شَوَّالُ الْمُکَرَّم
ذوالْقَعْدَة
۱۴۴۵ھ
مئی
2024ء

جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بیعت رضوان
صلح حدیبیہ اور مقام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ
ایک عبقری مدرّس
حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طلباء کو دس نصیحتیں
ماہِ ذی قعدہ کے فضائل واحکام
گھرداری سیکھنا کیوں ضروری ہے

تشنگانِ علوم دینیہ کیلئے خوشخبری

جامعہ دارُالتقویٰ

دورہ حدیث کے لیے داخلہ شروع ہے

شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی کے پوتے
شیخ الحدیث حضرت مولانا مالک کاندھلوی کے صاحبزادے
شیخ الحدیث
حضرت مولانا ڈاکٹر **محمد سعد صدیقی** صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث
حضرت مولانا **نعیم الدین** صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث
حضرت مولانا **مفتی محمد حسن** صاحب دامت برکاتہم

استاذ الحدیث
حضرت مولانا **اویس احمد** صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث
حضرت مولانا **قاری محمد عثمان** صاحب دامت برکاتہم

دورہ حدیث کے اسباق پڑھائیں گے

ان شاء اللہ شوال ۱۴۴۵ ہجری سے
جدید دارالحدیث میں اسباق ہونگے

دارُالتقویٰ

+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa
شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 13 شوال المکرم / ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ ----- مئی 2024 شمارہ 10

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مفتی محمد اسامہ صاحب
مولانا ذوالکفل صاحب

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا عبدالودود ربانی صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 60 روپے

سالانہ بدل خرچ: 720 روپے

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001
ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

مئی 2024

حرفِ اولیں

مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز	مولانا عبدالودود ربانی	5

درسِ قرآن

بیعت رضوان	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	8

مقالات و مضامین

صلح حدیبیہ اور مقام سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ	از: مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری	11
حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طلباء کو دس نصیحتیں	از آپ بیتی حضرت شیخ الحدیثؒ	19
ایک عبقری مدرّس	الشیخ ولی خان مظفر	24
فلسطین... تاریخ کے آئینے میں	از: مولانا یزید احمد نعمانی	29
کرپٹو کرنسی کی ماہیت و حقیقت	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	34
ماہِ ذی قعدہ کے فضائل و احکام	مفتی محمد وقاص رفیع	50
گھرداری سیکھنا کیوں ضروری ہے	مفتی منیر احمد	53
آپ کے مسائل	دار الافتاء والتحقیق	62

حرف اولیں

مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز

مسلمانوں میں دینی تعلیم کے اہتمام کا سلسلہ عہد نبوی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ دار ارقم ، درس گاہ مسجد قبا، مسجد نبوی اور اصحاب صفہ کے چبوترہ میں تعلیم وتربیت کی مصروفیات اس کے واضح ثبوت ہیں۔ مدارس کی تاریخ وتاسیس کی کڑی عہد رسالت سے جا کر ملتی ہے اور مدارس میں پڑھائی جانے والی کتب حدیث کی سند کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ برصغیر میں مدارس کا قیام دوسری صدی ہجری یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ اور جب دہلی میں مسلم حکومت قائم ہوئی تو دہلی کے علاوہ دوسرے شہروں وقصبوں ودیہاتوں میں کثیر تعداد میں مکاتب ومدارس قائم ہوئے۔ مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد کتاب وسنت اور ان سے ماخوذ علوم وفنون کی تعلیم وتعلم ، توضیح وتشریح، دعوت وتبلیغ کے ساتھ ایسے رجال کار پیدا کرنا ہے جو اس تسلسل کو جاری رکھ سکیں، نیز امت کی دنیاوی زندگی میں شرعی رہنمائی کر سکیں۔

دینی تعلیم کے حوالے سے ایک بہت بڑا مغالطہ یہ ہے کہ اسے اپنی روزمرہ زندگی کی ضرورت سمجھا ہی نہیں جاتا، یہی وجہ ہے کہ پاکی ناپاکی، حلال حرام، جائز ناجائز کی فکر اپنی عام زندگی میں بالکل بھی دیکھنے کو نہیں ملتی، ہاں! اگر ملتی بھی ہے تو فقط عبادات کی حد تک، باقی معاشرت، اخلاقیات، معاملات اور تجارت کے حوالے سے حد درجہ غفلت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ معاشرت کے حوالے سے جس قدر مغربی تہذیب ہم میں پیوست ہو چکی ہے اس سے یہ اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ ہم کسی اسلامی معاشرے کا حصہ ہیں بھی یا نہیں؟

جہالت اس حد تک ہے کہ طلاق جیسے حساس مسئلے کو بھی اب تک سمجھا نہیں جا سکا، لہٰذا لگاتار طلاقوں پہ طلاقیں دی جا رہی ہیں بغیر کچھ سوچے سمجھے اور طلاق کا صحیح طریقہ تک معلوم کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ بازاروں میں تجارت کرنے والے اکثر تاجر' دین کی اُن بنیادی جزئیات تک سے واقف نہیں، جو خرید و

فروخت کوحلال حرام کرسکتی ہیں اور نہ ہی کسی کو یہ پوچھنے کی نوبت آتی ہے کہ میں بینک سے سودی لین دین یا وہاں نوکری کرسکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے ہم نام لیوا تو ہیں، لیکن اس مدنی ریاست کی معاشرت کا نقشہ سمجھنا ہمارے لیے ضروری نہیں رہا، کیونکہ ہم آنکھ بند کر کے مغرب کی تقلید میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو خدانخواستہ وہ وقت دور نہیں جب ہماری سنہری اسلامی و مشرقی روایات ہمارے ہی ملک میں اجنبی ہوجائیں گی۔ خاکم بدہن

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹیں، دین کی اتنی تعلیم تو ضرور حاصل کریں کہ اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی دینی وشرعی اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ خود دین نہیں سیکھ سکے تو اپنی اولادوں کو دین لازمی پڑھائیں، دین کے زیور سے آراستہ کریں، مدارس عربیہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ آئیں یہ عہد کریں کہ ہم اپنی اولاد میں سے سب کو نہیں تو کم ازکم ایک بچے کو دین کے لیے وقف کریں۔ اسی میں ہماری دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی کا راز پنہاں ہے۔

برصغیر ہندو پاک میں مدارس اسلامیہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز شوال المکرم سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام رجب المرجب میں ہوتا ہے۔ شعبان ورمضان میں مدارس دینیہ میں عام تعطیل ہوتی ہے۔ تعطیلات کے بعد ماہ شوال کی ابتداء میں نئے داخلوں کا اعلان ہوتا ہے اور چہار جانب سے مدارس اسلامیہ کی طرف طلبہ کا رجوع شروع ہوجاتا ہے، اور تقریباً ماہ شوال کا اکثر حصہ داخلہ کی کارروائی میں گزر جاتا ہے۔

تمام دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ طلبہ کرام دور دراز سے سفر کر کے اپنے اپنے مدارس میں پہنچ رہے ہیں۔ ان میں جہاں قدیم طلبہ شامل ہیں، وہیں ایک بڑی تعداد جدید طلبہ کی ہے۔ مدارس کی رونقیں انہیں تشنگانِ علومِ نبوت ہی کے دم قدم سے ہیں جس کی ہمیں قدر کرنی چاہیئے۔

جس طرح ''دین'' پوری انسانیت کی ضرورت ہے، اسی طرح دینی مدارس کا وجود پوری انسانیت کی ضرورت ہے، کیوں کہ انہی دینی مدارس سے انسانی روح کا سامان مہیا ہوتا ہے، انہی سے مسلم معاشرہ اپنے اسلامی تمدن، معاشرت، معیشت اور ثقافت کے اصولوں پر پروان چڑھتا اور ترقی پاتا ہے۔

اربابِ مدارس اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کے کندھوں پر بہت بھاری ذمہ داری ہے، بقول حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ: دینی مدرسہ ایک عذاب ہے، اگر دنیا کے لیے بنایا تو آخرت

کا عذاب بن جائے گا اور اگر آخرت کے لیے بنایا گیا اور اسی کو سامنے رکھ کر چلایا جائے تو پھر یہ دنیا کا عذاب ہے۔ دینی مدارس کے منتظمین کے پاس مدرسہ کے نام پر آنے والی ہر چیز ''امانت'' ہوتی ہے، خود مدرسہ کی عمارت ایک امانت، طلبہ کرام ایک امانت، اساتذہ کرام ایک امانت، جامعہ کو ملنے والا تعاون خواہ نقدی کی شکل میں ہو یا اسباب ووسائل کی صورت میں سب ایک امانت، ایسے میں ان تمام امانتوں کا سنبھال کر رکھنا، ان کے حقوق اداء کرنا، بہت مشکل کام ہے اور یہ چیز اللہ تعالی کی توفیق، اخلاص اور تقویٰ کے التزام کے بغیر ناممکن ہے۔

منتظمین مدارس کو الحمد للہ اس بات کا خوب ادراک ہوگا کہ تشنگان علوم نبوۃ جو ہماری طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں، دین ہر شخص کی فطری ضرورت اور آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین متین کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے کہ پروپگنڈے کے اس دور میں بھی پہلے سے بڑھ کر متلاشیان علم اور داعیان حق کا مدارس کی طرف رجوع کرنا مدارس کے خلاف گمراہ کن اور مضحکہ خیز پروپگنڈے کا منہ توڑ جواب ہے۔

اہلیان مدارس کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طلباء کو معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا بھی خوب اہتمام کریں، تاکہ ہمارے یہ طلباء معاشرے کا مفید رکن بن کر دین کی اشاعت وتبلیغ کا ذریعہ بنیں۔ دین کی تبلیغ، اشاعت، تحفظ اور نفاذ، صحیح عقائد ومسائل اور احکامات الٰہیہ کا پرچار ہی مدارس کی محنت کا میدان ہے۔ اس حوالے سے صحیح تعلیم وتربیت، اصلاح نفس وتزکیہ باطن کی عملی درس گاہیں ہی حقیقت میں مدارس اسلامیہ کہلانے کی مستحق ہیں۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو خود بھی علوم شریعت سے بہرہ ور ہیں اور اپنی اولاد کو بھی اس راہ پر چلا رہے ہیں۔ اللہ کریم مدارس کا یہ فیض تا قیامت جاری رہے۔ اللہ کریم اہلیان مدارس کی تمام کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے ہر قسمی رکاوٹوں کو دور فرمائے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

درسِ قرآن

از: مولانا عاشق الٰہی بلندشہری

بیعت رضوان

۞...سورۃ الفتح...۞...آیت نمبر 18 ۞

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَّقَدۡ رَضِیَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلۡمُؤۡمِنِینَ إِذۡ یُبَایِعُونَكَ تَحۡتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوبِهِمۡ

فَأَنزَلَ ٱلسَّكِینَةَ عَلَیۡهِمۡ وَأَثَـٰبَهُمۡ فَتۡحࣰا قَرِیبࣰا ○

ترجمہ:

"بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، سو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرما دیا اور ان کو لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔"

تفسیر:

ان آیات میں بیعت رضوان کا ذکر ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس بات پر بیعت لی تھی کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے جم کر لڑیں گے اللہ جل شانہٗ نے اعلان فرما دیا کہ جن مومنین نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے یہ بہت بڑی سعادت ہے ان حضرات کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا تمغہ مل گیا۔ رہتی دنیا تک کے لیے قرآن پڑھنے والے تمام اشخاص و افراد کے سامنے بار بار اعلان سامنے آتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بیعت کرنے والوں سے راضی ہے حضرت جابرؓ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ دوزخ میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوگا جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔

رضا مندی کا اعلان فرماتے ہوئے ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ بھی فرمایا کہ اللہ نے ان کے اخلاص کی حالت کو جان لیا جس سے ان کے قلوب معمور تھے پھر اپنی مزید نعمت کا اظہار فرمایا ﴿فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرمادی ان کے قلوب کو پوری طرح اطمینان ہوگیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کچھ مصالحت کی ہے اور قریش مکہ سے جو معاہدہ فرمایا ہے یہ بالکل صحیح ہے درست ہے اہل ایمان کے لیے باعث خیر ہے اور مبارک ہے پھر فتح قریب کی بشارت دی، مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے۔ ۶ ھ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اور اس کے دو ماہ بعد خیبر فتح ہوگیا جہاں یہود بنی نضیر مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے جانے کے بعد آباد ہوگئے تھے وہاں بھی انہوں نے شرارتیں جاری رکھیں لہٰذا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے صحابہ کو لے کر تشریف لے گئے خیبر فتح ہوگیا اور یہود کے اموال بھی غنیمت کی صورت میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم کو مل گئے۔

اس مضمون کے ختم پر ﴿وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے وہ سب پر غالب ہے وہ جس کو چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے اور حکمت والا بھی ہے (اس کا ہر فیصلہ جلدی ہو یا دیر سے ہو سب کچھ حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔)

اس کے بعد فرمایا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (اللہ نے تم سے بہت سے اموال غنیمت کا وعدہ فرمایا ہے) ﴿فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ (سو یہ اموال غنیمت جو تمہیں خیبر سے ملے ان کو جلدی عطا فرمادیا۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے مال غنیمت ملیں گے)

وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ (اور لوگوں کے ہاتھوں کو تمہاری جانب سے روک دیا یعنی جن لوگوں نے تم پر حملہ کا ارادہ کیا تھا ان کی دست درازی سے تمہیں محفوظ فرمادیا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خیبر تشریف لے گئے اور وہاں اہل خیبر کا محاصرہ فرمایا تو یہاں قبیلہ بنی اسد اور قبیلہ بنی غطفان کے لوگوں نے مشورہ یا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں مسلمان تھوڑے سے ہیں اکثر غزوہ خیبر کے لیے گئے ہیں لہٰذا مدینہ منورہ پر حملہ کرکے مسلمانوں کے اہل وعیال اور بال بچوں کو لوٹ لیا جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادہ کو ارادہ تک ہی رکھا ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے مدینہ پر چڑھائی کرنے کیلئے نہ آسکے۔ (معالم التنزیل)

روح المعانی ۱۰۹ ج ۲۶ میں یوں لکھا ہے کہ یہودی لوگ مسلمانوں کے پیچھے ان کے اہل وعیال پر حملہ کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں باز رکھا اور ارادہ کے باوجود حملہ نہ کرسکے ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی اسد اور بنی غطفان اہل خیبر کی مدد کے لیے نکلے تھے پھر واپس ہوگئے اور حضرت مجاہد تابعی (رح) نے ﴿ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ﴾ کا مطلب یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے صلح کی صورت پیدا فرما کر اہل مکہ کے ہاتھوں کو روک لیا جو اہل ایمان سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھے۔

وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ اموال غنیمت عطاء فرما دیئے کہ تم اس سے نفع حاصل کرو اور تاکہ یہ اموال مومنین کی اس بات کی نشانی بن جائیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہے اور اس سے ایمان مزید موکد ہو جائے۔

وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۰۰۲۰ اور تاکہ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے یعنی ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والا بنا دے

قال فی الروح ای فعجل لکم ھذہ و کف ایدی الناس عنکم لتنتفعوا بذلك ولتکون آیة (وفیه أیضا) والآیة الامارة ای ولتکون امارة للمؤمنین یعرفون بھا انھم من اللہ تعالیٰ بمکان او یعرفون بھا صدق الرسول فی وعدہ ایھم فتح خیبر وماذکر من المغانم وفتح مکة ودخول المسجد الحرام

(روح المعانی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ جلدی دیدی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا تاکہ تم اس صورت حال سے نفع حاصل کرو اور یہ نشانی بنے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ آیۃ کہتے ہیں اَمارۃ کو یعنی یہ مومنین کے لیے نشانی ہے اس سے انہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک مقام پر فائز ہیں اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ فتح خیبر غنیمت اور فتح مکہ اور مسجد حرام میں داخلہ کے بارے میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ان سے وعدہ سچا تھا۔)

﴿وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۰۰۲۰ (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح راہنما ہے اور ہر کام کے کرنے یا چھوڑنے میں اسی پر ہی اعتماد ہے۔)

***

صلح حدیبیہ اور مقام سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ

از: مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری
سابق استاذ تفسیر جامعہ امدادیہ، چنیوٹ

تاریخِ اسلام میں صلح حدیبیہ کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین نہ صرف پہلے باقاعدہ معاہدہ کے طور پر جانا جاتا ہے بلکہ اسکی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن مجید نے اس معاہدہ کو ''فتح مبین'' قرار دیا ہے۔ یہ صلح نامہ ہجرتِ مدینہ کے چھٹے سال مکّہ سے نومیل دور حدیبیہ کے مقام پر وقوع پزیر ہوا، چونکہ یہ معاہدہ ذوالقعدہ کے مہینے میں عمل میں آیا، اسی لیے اسی مناسبت سے زیرنظر مضمون شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

صلح حدیبیہ سیرت النبی کا ایک درخشندہ باب ہے، اس کا شمار اسلام کے ان تاریخی معاہدات میں ہوتا ہے جنھوں نے اسلام کی تعمیر و ترقی اور اشاعت و فروغ میں خشت اول کا کردار ادا کیا۔ اس معاہدے کے تناظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائدانہ صلاحیت، مدبرانہ حکمت، شعوری سیاست اور امور سلطنت میں بالغ نظری کھل کر انسانیت کے سامنے آئی جس نے تمام سلاطین عالم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کامیاب سیاسی لیڈر ہونے کا اعتراف و اقرار کیے بغیر نہ رہ سکے۔ عصر سابق اور عصر حاضر کے بہت سے غیر مسلم مفکرین کا یہ خیال ہے اگر اس موقع پر مشرکین مکہ کی جانب سے مسلمانوں کا راستہ صاف کر دیا جاتا، وہ اپنے پلان کے مطابق عمرہ کی ادائیگی کر کے مدینہ واپس چلے جاتے اور اس تاریخی مصالحت کی نوبت نہ آتی تو آج تاریخ مذاہب میں جو اسلام کو کلیدی حیثیت حاصل ہے وہ کبھی نہ ہوتی۔ آیئے! سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں اس واقعہ کے خدوخال، پس منظر، پیش منظر اور حالات و واقعات کا بنظر غائر جائزہ لیتے ہیں۔

پس منظر

مسلمانوں کو مکہ جیسا مقدس شہر چھوڑے ہوئے چھ سال کا عرصہ گذر چکا تھا، مدینہ رہتے ہوئے بھی ان کے دل و دماغ میں بیت اللہ بستا تھا، حرم کی پرنور فضاؤں میں گزرے ہوئے لمحات کے دوران "لبیک اللھم لبیک" کی لگائی ہوئی روح پرور صدائیں ہر وقت ان پر عشق الٰہی کا سحر طاری کیے رکھتی تھیں۔ ان پرانی یادوں کو تازہ کرنے اور کعبۃ اللہ کے شرف زیارت سے مشرف ہونے کا شوق ہر آن اُن کے قلوب میں مچلتا تھا۔ دوسری طرف مکہ کے حالات اور مشرکین کا اسلام کو پھلتے پھولتے دیکھ کر مسلمانوں پر شدید غم وغصہ اس راہِ شوق میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ علیم وخبیر ذات کی طرف سے غیبی نظام حرکت میں آیا اور اس نے مایوسیوں کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں امید کی کرن کو نمودار کر کے اس مبارک سفر کے لیے ایک سبب پیدا فرما دیا، ہوا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ امن کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور عمرہ کیا پھر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سر کا حلق کروایا اور بعض نے سر منڈوایا۔ نبی کا خواب چونکہ وحی کے درجے میں ہوتا ہے اس لیے یہ خواب گویا اللہ کی طرف سے حکم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ جائیں اور عمرہ کی ادائیگی کریں۔ یہ خواب سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں محبت الٰہیہ کی چنگاری بھڑک اٹھی اور وہ خانہ خدا کی زیارت کے لیے بھرپور تیاری میں مصروف ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکم ذی القعدہ، ۶ ہجری بروز پیر چودہ سو افراد کے قافلہ کے ساتھ مکہ کے لیے روانہ ہوئے، چونکہ اس سفر کا مقصد خالص عمرہ ادا کرنا تھا اور جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا؛ اس لیے ضروری ہتھیاروں کے علاوہ کوئی سامان جنگ ساتھ نہ لائے۔ قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر عمرہ کا احرام باندھا اور جانوروں کے گلے میں قلادہ (نشانی) ڈالا۔

مقام حدیبیہ میں پڑاؤ

مکہ معظّمہ سے نو میل کے فاصلے پر ایک کنواں ہے جس کا نام حدیبیہ ہے، اسی کنویں کے نام سے وہ گاؤں منسوب ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، مسلمانوں کی آمد کا سن کر دو سو آدمیوں کی جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قافلے کو روک لیا۔ معروضی صورتحال کے پیشِ نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹ پر

سوار کر کے بطور قاصد اہل مکہ کی طرف یہ کہلا کر بھیجا کہ ہمارے اس سفر کا مقصد صرف بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ کی ادائیگی ہے، ہم آپ سے نہ جنگ کرنے آئے ہیں اور نہ ہی کوئی اسلحہ ساتھ لائے ہیں، لہٰذا ہمارے لیے حرم کے دروازے کھول دیں اور ہم سے کوئی مزاحمت نہ کریں۔ اہل مکہ نے تمام تر سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قاصد کے اونٹ کو قتل کر دیا اور پھر ان کے قتل کے درپے ہو گئے، حضرت خراش ؓ ان سے بچ بچاؤ کر کے نکل آئے اور واپس آ کر نبی کریم ﷺ کو ساری صورتحال سے مطلع کیا۔ مشرکین کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ اس شدید مزاحمتی رویے سے آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اب ان کے ساتھ ٹھوس انداز میں بات کرنے اور ان کو پوری طرح قائل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمر ؓ کو بطور سفیر اہل مکہ سے بات چیت کرنے اور امن وامان کی ضمانت دینے کے لیے جانے کو کہا۔ حضرت عمر ؓ نے یہ کہہ کر جانے سے معذرت کر لی کہ یہ مصالحت کا موقع ہے؛ جب کہ میرا تند و تیز مزاج احتیاط کے باوجود مزاحمت کی صورتحال پیدا کر سکتا ہے۔ حضرت عمر ؓ کی جانب سے یہ انکار معاذ اللہ حکم نبوی کی نافرمانی کے زمرے میں نہیں آتا؛ بلکہ یہ منشاء نبوت کی تکمیل کے لیے تھا کہ کہیں اس موقع پر میرے منہ سے انجانے میں نکلا ہوا لفظ مصالحت کے عمل کو متاثر نہ کر دے جس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے۔

حضرت عثمان ؓ کی بطور قاصد مکہ روانگی

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو قریش مکہ سے گفتگو کے لیے روانہ کیا اور ساتھ ہی مکہ میں موجود ضعفاء مسلمین جو ہجرت نہیں کر سکے تھے اور مکہ میں مسلسل مشرکین کے مظالم کا شکار تھے کے نام پیغام بھیجا کہ وہ حوصلہ رکھیں اور پر امید رہیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو غالب فرمائے گا۔ حضرت عثمان ؓ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید ؓ کی پناہ میں مکہ داخل ہوئے اور سرداران قریش سے بات چیت کی۔ انھوں نے عمرہ کی اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا؛ البتہ حضرت عثمان ؓ کی شرافت کی وجہ سے انھیں تنہا طواف کرنے کی اجازت دے دی۔

یہ رمز ہیں کچھ عاشق و معشوق کے مابین

کہتے ہیں کہ محبت کی خوشبو ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی محسوس ہوتی ہے۔ محب اور محبوب کے درمیان ایک رمز ہوتی ہے جو زمانے کی رکاوٹوں کی عبور کرتی ہوئی دونوں کے دلوں کی تار ہلاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ منظر

اس موقع پر سامنے آیا کہ جب قریش مکہ کی جانب سے حضرت عثمانؓ کو انفرادی طور پر عمرہ ادا کرنے کی اجازت دی گئی تو انھوں نے دوٹوک جواب دیا کہ ادھر میرے محبوب ﷺ حرم کے در و دیوار دیکھنے کو ترستے رہیں اور ادھر میں آپ ﷺ کے بغیر اطمینان سے طواف کرتا پھروں، ایسا ممکن نہیں۔ دوسری جانب حدیبیہ کے مقام پر بعض صحابہ کرامؓ نے کہہ دیا کہ حضرت عثمانؓ تو مزے سے طواف کر رہے ہوں گے اور ہم ادھر بیت اللہ کی ایک جھلک دیکھنے کو بیتاب ہیں تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ پر بے پناہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "عثمانؓ ہرگز میرے بغیر طواف نہیں کر سکتا"۔ محبت کی اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے شاعر نے یوں کہا:

دونوں جانب سے اشارے ہو گئے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو گئے

بہرحال حضرت عثمانؓ نبی کریم ﷺ کے بغیر طواف کرنے پر قطعاً آمادہ نہ ہوئے اور قریش نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا، ادھر حدیبیہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

بیعت رضوان

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر مسلمانوں پر آسمانی بجلی بن کر گری، نبی کریم ﷺ صدمے سے نڈھال تھے، آپ ﷺ نے طبل جنگ بجاتے ہوئے ارشاد فرمایا "ہم عثمانؓ کا بدلہ لیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے"۔ اس وقت آپ ﷺ کیکر کے درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے اپنے ساتھ موجود چودہ سو صحابہ کرامؓ سے قصاص عثمانؓ پر بیعت لی، سب سے پہلے بیعت کرنے والے صحابی حضرت ابو سنانؓ تھے۔ اس خبر سے صحابہ کرامؓ اس قدر غم و غصے کی کیفیت میں تھے کہ بعض نے کئی بار بیعت کر کے حرمت عثمانؓ کے لیے جان قربان کرنے کا عزم مصمم ظاہر کیا؛ چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے تین مرتبہ بیعت کی۔ شروع، درمیان اور آخر میں۔ جب سب صحابہ کرامؓ بیعت کر چکے تو آپ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھا اور ارشاد فرمایا "یہ بیعت عثمانؓ کی جانب سے ہے"۔ یہ حضرت عثمانؓ کے لیے بڑے اعزاز کی بات تھی؛ چنانچہ آپؓ اپنی مجالس میں اس بات کا تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر فرماتے اور ارشاد فرماتے "میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا"۔ بیعت کا یہ عمل اور اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اس قدر جانثارانہ تعلق حق جلّ مجدہٗ کو اس قدر پسند آیا کہ خود

اس میں مداخلت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے" (الفتح)۔اس بیعت کو اہل سیر کی اصطلاح میں "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے۔بیعت کرنے والے ان تمام صحابہ کرامؓ سے اللہ تعالی نے اپنے ابدی وازلی کلام میں رضا مندی کا اعلان کیا؛ چنانچہ ارشاد فرمایا "بلاشبہ اللہ تعالی ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، جو (اخلاص) ان کے دلوں میں تھا اللہ کو خوب معلوم تھا، پھر اللہ نے ان پر طمانیت کو اتارا"۔(الفتح)

مصالحت کی ابتدائی کاوش

تحقیق حال کے بعد جب معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر محض افواہ تھی اور حضرت عثمانؓ بخیر وعافیت ہیں تو مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔دوسری طرف مسلمانوں کی بیعت سے متعلق سن کر اہل مکہ مرعوب ہو گئے اور ان کے ایمانی جذبے کو دیکھ کر صلح کی طرف مائل ہوئے۔صلح کا قصہ یہ ہوا کہ قبیلہ بنوخزاعہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا؛ لیکن روز اول سے مسلمانوں کا حلیف اور خیر خواہ تھا اور اس کا سردار بدیل بن ورقاء جو انتہائی معتدل آدمی تھا، نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آکر اطلاع دی کہ قریش نے مکہ میں آپ کو داخل ہونے سے روکنے کے لیے حدیبیہ کے اطراف میں پانی کے چشموں پر بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے اور ان کا یہاں پر طویل قیام کا ارادہ ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا "ہم یہاں کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں؛ البتہ اگر قریش کی خواہش ہو تو میں ان سے صلح کی ایک مدت مقرر کر لیتا ہوں، اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے تو میں ہر حال میں ان سے لڑائی کروں گا"۔بدیل نے آکر قریش کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزائم سے مطلع کیا اور صلح کی اس پیشکش کو سراہتے ہوئے انھیں اس پر آمادہ کرنا چاہا؛ لیکن انھوں نے بدیل کی بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے بھی بدیل کی بات کی تائید کرتے ہوئے قریش کو صلح کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی اور ان سے محبت بھرے لہجے میں کہا "اگر تم مجھے اپنے باپ کے درجے میں مانتے ہو تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے کی اجازت دے دو"۔عروہ کی طرف سے شدید اصرار اور اس قدر منت ولجاجت دیکھ کر قریش نے بات چیت کی اجازت دے دی۔

صحابہ کرامؓ کی غیرت ایمانی کی ایک جھلک

عُروہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور بات چیت شروع کی، اثنائے گفتگو میں انھوں نے کہہ دیا کہ

اگرلڑائی کی صورت میں قریش تم پر غالب آ گئے تو جتنے لوگ آپ کے ساتھ ہیں سب آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے یہ سن کر غیرت ایمانی سے طیش میں آ گئے اور عروہ سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے"کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟"۔مطلب یہ تھا کہ زندگی کی آخری سانس تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیں گے۔گفتگو کے دوران عروہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کو پکڑتے ،عروہ کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اس مجلس میں موجود تھے، چچا کا یہ غیر مہذب رویہ ان سے دیکھا نہ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اس رشتہ داری کا لحاظ کیے بغیر عروہ سے کہنے لگے کہ"اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی سے ہٹاؤ،ایک مشرک کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگائے"۔

صحابہ کرامؓ کا آنحضرت سے عقیدت مندانہ تعلق

اسی مجلس میں عروہ نے صحابہ کرامؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے عقیدت مندانہ تعلق کا مشاہدہ کیا جس نے انھیں حد درجہ متاثر کیا،عروہ نے دیکھا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ اس حکم کی تعمیل میرے حصے میں آئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ سے تھوک یا بلغم نکالتے ہیں یا وضو کرتے ہوئے پانی استعمال کرتے ہیں تو اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے اور تبرک کے طور پر اپنے وجود پر مل لیتے ہیں،آپ کے وجود اقدس سے کوئی بال گر جائے تو اس کو اٹھانے کے لیے لپکے چلے آتے ہیں۔ان تبرکات کے حصول کے لیے اس قدر کوشاں ہیں کہ باہمی نزاع پیدا ہونے کا ڈر محسوس ہونے لگتا ہے،مجلس میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔

صلح کی کوشش رنگ لے آئی

عروہ مجلس سے اٹھے اور واپس جا کر قریش کو کہا کہ مجھے قیصر، کسریٰ، نجاشی اور بہت سے سلاطین کے دربار میں جانے کا موقع ملا؛ لیکن کسی بادشاہ کے دربانوں کا اپنے بادشاہ سے ایسا بے لوث رشتہ اور پرخلوص تعلق نہیں دیکھا جیسا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیکھا،وہ اپنے نبی کی حفاظت کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں؛ لہٰذا عافیت اسی میں ہے ان سے مصالحت کر لی جائے۔ آخر قریش یہ صورتحال دیکھ کر صلح پر آمادہ ہو گئے اور سہیل بن عمرو کو صلح کے لیے بھیجا،شرائط صلح طے ہونے کے

بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے یہ تاریخی صلح نامہ تحریر کروایا۔

شرائط صلح

مسلمانوں اور قریش کے درمیان درج ذیل باتوں پر اتفاق رائے ہوا:

۱- مسلمان اس سال بغیر عمرہ کے واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں؛ لیکن تین دن سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں ہوگی اور کسی قسم کا اسلحہ ساتھ لانے کے مجاز بھی نہیں ہوں گے، سوائے تلواروں کے اور وہ بھی نیام کے اندر ہوں گی۔

۲- دس سال کے لیے جنگ بندی ہوگی، کوئی فریق دوسرے پر تلوار نہیں اٹھائے گا۔

۳- جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آئے گا اس کو واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

۴- اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا تو مسلمان اس کو مکہ واپس بھیجنے کے پابند ہوں گے۔

۵- متحدہ قبائل کو اختیار ہوگا کہ جس کے معاہدہ اور صلح میں شریک ہونا چاہیں شریک ہو جائیں۔

حدیبیہ سے واپسی

صلح نامہ مکمل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ واپسی کے لیے صحابہ کرامؓ کو جانور ذبح کرنے حلق کروانے اور احرام اتارنے کا حکم دیا تو ان کے لیے یہ کام کسی سنگ گراں کو ہٹانے کے مترادف تھا۔ بیت اللہ دیکھنے کی جستجو لے کر آنے والے ان عشاقان الٰہی پر بغیر عمرہ کے جانا اس قدر دشوار گذار مرحلہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا؛ لیکن ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہؓ سے بطور شکایت اس کا ذکر کیا تو انھوں نے صحابہ کرامؓ کی طرف سے صفائی دیتے ہوئے کہا کہ وہ اس وقت سخت صدمے سے نڈھال ہیں، ان کی جانب سے یہ معاملہ طبعی اور فطری ہے، اس کی وجہ سے آپ ان پر ناراض نہ ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قضیے کے حل کے لیے ایک تجویز پیش کی کہ آپ خود ان کے سامنے جانور ذبح کر کے سر منڈوائیں تو وہ بھی تعمیل حکم کے لیے تیار ہو جائیں گے؛ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا تو سب صحابہ کرامؓ نے آپ کو دیکھ کر قربانی شروع کر دی۔ تقریباً دو ہفتے حدیبیہ میں قیام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ روانہ ہو گئے۔

صلح حدیبیہ کے سیاسی اور مذہبی اثرات

صلح حدیبیہ کی اکثر شرائط مسلمانوں کے اجتماعی، مذہبی اور تبلیغی امور کے خلاف جاتی تھیں۔اس صلح نامے کا ایجنڈا بظاہر مسلمانوں کے مصالح اور مفاد عامہ کے بالکل برعکس تھا جس پر تمام صحابہ کرامؓ میں خاصی تشویش پائی جاتی تھی؛ بالخصوص وہ رقت آمیز منظر جب دیکھنے کو ملا کہ سہیل کے بیٹے ابوجندلؓ زنجیروں میں جکڑے ہوئے لائے گئے اور اس قدر گریہ زاری سے مدینہ جانے پر اصرار کیا کہ صحابہ کرامؓ کی ہچکیاں بندھ گئیں اور اس کا تحمل نہ کر سکے؛ لیکن معاہدہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تسلی دیتے ہوئے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور یہ کہہ بیٹھے "یا رسول اللہ! ہم یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟" بعد میں حضرت عمرؓ اپنے ان الفاظ پر بہت شرمندہ ہوئے اور اس کے کفارے کے طور پر بہت سے غلام آزاد کیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سیاسی بصیرت کو اس وقت تو کوئی نہ سمجھ سکا؛ لیکن جنگ بندی کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت کا دائرہ وسیع کر دیا، عوام سے نکل کر خواص تک اسلام کا پیغام پہنچایا، سلاطین کو دعوتی خطوط تحریر کیے، صلح کی وجہ سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھنے والوں کو بھی اظہار کا موقع ملا۔نتیجہ یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ کے ٹھیک دو سال بعد آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا، قبائل اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کو تمام ادیان عالم پر غلبہ نصیب ہوا، اس وقت صحابہ کرامؓ کو اس بات کا ادراک ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس دوُررس سوچ کے مالک ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں کیا سیاسی منظر نامہ تھا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کڑی شرطوں کے باوجود صلح پر راضی ہوئے۔

***

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی طلباء کو دس نصیحتیں

از: آپ بیتی حضرت شیخ الحدیثؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی کاندھلویؒ کی ''آپ بیتی'' میں سے ایک مضمون ''طلبہ کی تربیت اور اس کی اہمیت'' کا کچھ حصہ پیش کیا جارہا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے درس کے پہلے ہی دن طلبہ کو نصیحتوں اور درسگاہ کے قواعد پر جو خطبہ دیتے وہ تلک عشرۃ کاملۃ کے عنوان سے مشہور ہے۔ ان دس نکات کا مطالعہ اساتذہ و طلبہ کے لیے یکساں مفید ہے ملاحظہ فرمائیں۔

میرے اکابر نور اللہ مراقدہم کے یہاں طلبہ کے آداب پر بھی خصوصی نگاہ رہتی تھی، اول تو اس زمانہ میں اکابر اور اساتذہ کا احترام طلبہ کے اندر کچھ ایسا مرکوز تھا کہ اب وہ باتیں یاد آکر بہت ہی رنج و قلق ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ، کو بھی اس کا بہت ہی احساس تھا۔ افاضات یومیہ حصہ ششم مطبوعہ تھانہ بھون پر ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ فلاں مدرسہ میں ایک وقت میں اکابر کی ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر و برکات موجود تھیں، ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی اس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی، مگر ایک ایسی چیز اتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے مگر وہ چیز نہیں جو اس وقت تھی گویا جسد ہے روح نہیں، میں نے مہتمم صاحب سے کہا تھا کہ اگر ان موجودہ حالات پر مدرسہ نے ترقی بھی کی تو یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مرکر لاش پھول جاتی ہے جو کہ ضخامت میں ترقی ہے مگر پھولنے کے بعد وہ جس وقت پھٹے گی اہل محلہ و اہل بستی کو اس کا تعفن پاس نہ آنے دے گا اس زمانہ خیر و برکت میں ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک انجمن قائم ہوئی تھی ''فیض رساں'' اس کا نام رکھا گیا۔ ایک لڑکا تھا فیض محمد، اس کے نام پر انجمن کا نام رکھا گیا تھا۔ حضرت

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فرمایا کہ خبیثو! ایک ایک آؤ سب کو ٹھیک کروں گا، میں انجمن قائم کراؤں گا اور سب نالائقوں کو نکالوں گا بس فیض کے بجائے حیض جاری ہوگیا۔ اب تو اسی جگہ ایک دو کیا پچاسوں انجمنیں ہیں تعلیم و تربیت ختم، اور اب تو نہ استاد کا ادب رہا نہ مہتمم صاحب کا ادب رہا، نہ پیر کا ادب رہا، نہ باپ کا ادب، اب چاہیں انجمنیں قائم کریں یا کمیٹیاں قائم کریں، اسباق پڑھیں یا نہ پڑھیں کون پوچھ سکتا ہے۔ اس زمانہ میں اس ناکارہ کی علمی سلسلہ میں تو زبان زیادہ چلتی تھی لیکن طلبہ کی عملی حالت پر بجائے زبان کے ہاتھ زیادہ چلتا تھا، اس ناکارہ کے اصول عشرہ جن پر مجھے خاص طور سے زور تھا وہ یہ ہیں۔

ا۔ سبق کی غیر حاضری میرے یہاں سخت ترین جرم تھا، میرے حاضری کے رجسٹر اس زمانے کے موجود ہیں، سالوں کے درمیان میں (ب) بیماری کی تو کہیں کہیں ملے گی یا (ر) رخصت کی لیکن (غ) غیر حاضری کا برسوں میں بھی تلاش مشکل سے ملے گا۔ ہمارے مدرسہ کے مدرس دوم مولانا منظور احمد خاں صاحب نور اللہ مرقدہ بہت ہی رحم دل بہت ہی متواضع تھے ان کے رجسٹروں میں غ بہت ملتا تھا اور ان کا خاص مقولہ جو بار بار انہوں نے مختلف سالوں میں طلبہ سے کہا کہ زکریا کے سبق میں حاضری کا کوئی ثواب نہیں وہ تو ڈر کے مارے ہے، ثواب میرے یہاں کی حاضری میں ہے چونکہ اکابر کا مجھ سیہ کار پر اعتماد بھی تھا، اس لیے میری بیجا حرکتوں پر اکابر کی طرف سے دار وگیر نہیں ہوتی تھی۔ میرے یہاں جو طالب علم اس زمانہ میں غیر حاضر ہوتا تو میں اس سے دوسرے دن یہ کہہ دیتا کہ میں نے تمہارا نام ابوداؤد شریف یا بخاری شریف میں سے کاٹ دیا ہے، بجائے اس کے کہ میں آپ کی شکایت مہتمم صاحب کے یہاں غیر حاضری کی کروں، اب آپ مہتمم صاحب کے یہاں میری شکایت جا کر کریں کہ اس نے بغیر حکم اہتمام کے میرا نام کتاب میں سے کاٹ دیا ہے اب آپ دوبارہ مہتمم صاحب کا حکم لائیے کہ آپ کا نام دوبارہ کتاب میں داخل کروں، میں آپ کا نام کاٹ چکا ہوں۔

۲۔ صف بندی کا اہتمام نماز کی صفوف کی طرح سے کسی کا آگے بیٹھنا کسی کا پیچھے بیٹھنا، بے ترتیب بیٹھنا اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتا تھا۔

۳۔ وضع قطع کے اوپر بھی اس سیہ کار کو بہت ہی زیادہ شدت سے اہتمام رہتا تھا۔ علمائے سلف کی وضع کے خلاف اس سیہ کار کو بہت ہی گراں گزرتا تھا بالخصوص داڑھی کے معاملہ میں اول تو اس زمانہ میں فارم داخلہ ہی ایسے شخص کو نہیں ملتا تھا جو داڑھی منڈاتا تھا لیکن اگر کسی مجبوری سے یا طالب علم کے عہد و پیمان پر

داخلہ کا فارم مل بھی جاتا تھا تو اس سیہ کار کے سبق میں حاضری کی اجازت نہ تھی۔ایک صاحب نہ معلوم کس وجہ سے اس حرام فعل کے ارتکاب کے باوجود دورہ میں داخل ہو گئے،اس سال میرے یہاں ابوداؤدشریف ہوتی تھی وہ حضرت مہتمم صاحب اور اکابر مدرسین کی سفارش بھی لائے کہ ان کا نام ابوداؤد میں داخل کردیا جائے ،مگراس سیہ کار نے عذر کر دیا کہ جب تک داڑھی کا نمو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتا داخلہ سے معذور ہوں،اس طالب علم کو بھی اس پر ضد یا غصہ تھا کہ میرے معاصرین بلکہ بعض اکابرین کے یہاں بھی اس کا نام داخل ہے اور مجھے شدت سے انکار مگر اس سیہ کار نے اپنی بدخلقی کی وجہ سے اخیر تک ان کا نام نہیں داخل کیا۔لیکن چند سال بعد ان صاحب کا خط بیعت کی درخواست کے لیے آیا، مجھے یاد آ گیا میں نے ان کو لکھا کہ میری بدخلقی اور تشدد کا تم تجربہ کر چکے ہو ایسی حالت میں مناسب ہے کہ تم کسی حلیم و بردبار شیخ کی طرف متوجہ ہو ان صاحب نے بہت اصرار سے لکھا کہ میرے لیے آپ ہی جیسے متشدد کی ضرورت ہے۔

۴۔اس ناکارہ کی عادت یہ تھی کہ کتاب الحدود وغیرہ کی روایات میں جو فحش لفظ آ گیا یا جیسا "امصص بظر اللات" وغیرہ الفاظ ان کا اردو میں لفظی ترجمہ کرنے میں مجھے کبھی تامل نہیں ہوا، میں نے کنایہ سے ان الفاظ کا ترجمہ کبھی نہیں بتایا میرے ذہن میں یہ تھا کہ جیسا اردو میں ان کا ترجمہ ہے ویسے ہی عربی میں ان کے اصل الفاظ ہیں میں اپنی ناپاک اور گندی زبان کو سید الکونین اور حضرت صدیق اکبرؓ کی پاک زبانوں سے اونچا نہیں سمجھتا تھا لیکن اسباق کے شروع میں اپنے اصول عشرہ میں اس پر نہایت شد سے متنبہ کرتا تھا کہ ان فحش الفاظ پر اگر کوئی شخص ہنسا، جس سے وہ حدیث پاک کے ترجمہ کی بجائے گالی بن جائے تو سبق ہی میں پٹائی کروں گا اور میں خود بھی ترجمہ کرتے وقت ایسا منہ بناتا تھا جیسا بڑا غصہ آ رہا ہو جس کی وجہ سے اول تو طالب علم کو ہنسنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی لیکن اس پر بھی اگر کوئی بے حیا تبسم بھی کر لیتا تھا تو میں اس کی جان کو آجاتا تھا۔

۵۔کتاب کے اوپر کہنی وغیرہ رکھ دینا بھی جیسا کہ بعض طالب علموں کی عادت ہوتی ہے،اس سیہ کار کے یہاں نہایت بے ادبی اور گستاخی تھا،اس پر پہلے ہی دن نہایت زور سے نکیر اور تنبیہ کر دیتا تھا۔

۶۔کتاب پر کہنی رکھ کر اور ہاتھ پر منہ رکھ کر سونا تو اس سے بھی بڑا سخت ظلم تھا،اس پر نہایت شدت سے تنبیہ تو پہلے ہی دن کر دیتا تھا اور اس زمانہ میں اس سیہ کار کا بدن چونکہ نہایت ہی ہلکا پھلکا سوکھی لکڑی کی طرح سے تھا، اس لیے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ طالب علم نے حدیث پڑھی اور میں نے تقریر، اور جب

طالب علم نے دوسری حدیث شروع کی تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کر نہایت پھرتی سے سونے والے کے ایک تھپڑ مار کر اپنی جگہ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ دورہ کے طلبہ نہایت متحیر رہ جاتے کہ یہ کیا ہو گیا۔ مگر چوں کہ لوگوں کو میری عادت معلوم ہو گئی تھی اس لیے وہ سمجھ جاتے تھے کہ کوئی غریب سو گیا ہو گا۔ میں اس میں اکابر مدرسین کی اولاد اور مخصوصین کی بھی بالکل رعایت نہیں کرتا تھا۔ میرے حضرت میرے مرشد میرے آقا نور اللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ کے ایک عزیز کی بھی عادت تھی مجھے دو دفعہ اس کے ساتھ یہ عمل کرنا پڑا، میرے حضرت کے یہاں میری شکایت بھی پہنچی مگر میرے حضرت کو اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند درجہ عطا فرمائے۔ میری شکایت پر ہمیشہ ہی تسامح فرمایا بلکہ طرفداری فرمائی۔ اس شکایت پر بھی میرے حضرت کا جواب یہ تھا کیا میں اس کو (زکریا کو) اس بات پر تنبیہ کروں کہ تم نے حدیث کی بے ادبی پر کیوں مارا۔

۷۔ حدیث پاک کے سبق میں خاص طور سے بیٹھنے پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع سال میں کر دیتا تھا۔ کہ چوکڑی مار کر نہ بیٹھیں، دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں حدیث پاک کی کتابوں کا نہایت ادب ظاہراً و باطناً ملحوظ رکھیں، کسی نقل و حرکت سے حدیث کی کتاب کی بے ادبی ظاہر نہ ہو۔

۸۔ لباس پر بھی میں خصوصی تنبیہ شروع میں کر دیتا تھا، میں ان سے کہا کرتا تھا کہ دنیا میں سینکڑوں مذاہب اور سینکڑوں طریقے لباس کے ہیں مگر ایک چیز میں تم خود ہی غور کرو کہ مقتداؤں کا لباس ایک ہے یعنی لمبا کرتا، لمبا چوغہ چاہے مسلمان ہو چاہے پادری ہو، چاہے مجوس ہو، چاہے ہنود ہوں، بالخصوص اونچا کرتا سرین تک اور تنگ پاجامہ کی تو میں بہت تشنیع کیا کرتا تھا کہ ایسے لوگوں کو نماز کی صف اول میں ہرگز نہیں کھڑا ہونا چاہیے کہ وہ زبان حال سے دوسروں کو بے حیائی کے ساتھ اپنے اعضاء مستورہ کا حجم دکھلا رہے ہیں۔

۹۔ ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کے ساتھ نہایت ادب اور نہایت احترام اور ان پر اعتراض چاہے قلبی ہی کیوں نہ ہو ہرگز نہ کیا جائے بعض لوگ حقیقت کے زور میں دوسرے ائمہ پر اور بعض بیوقوف ائمہ حدیث پر تنقیدی فقرے کہتے ہیں، یہ مجھے بہت ناگوار ہوتا تھا۔ میں نے قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کا ایک مقولہ بچپن میں سنا تھا، غالباً تذکرۃ الرشید میں یہ قصہ لکھا بھی گیا کہ حضرت قدس سرہٗ نے حنفیت کی تائید میں کوئی تقریر فرمائی، جس پر طلبہ جھوم گئے۔ کسی نے جوش میں کہہ دیا کہ اگر حضرت امام شافعیؒ بھی اس تقریر کو سنتے تو رجوع فرما لیتے۔ تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا توبہ توبہ، استغفر اللہ۔ حضرت امام شافعیؒ اگر موجود ہوتے تو میری یہ تقریر ایک شبہ ہوتی اور حضرت مجتہد اس کا جواب فرما دیتے۔ اب تو چونکہ ائمہ مجتہدین موجود نہیں ہیں،

ان کے اقوال ہمارے سامنے ہیں، ان اقوال میں ہم امام ابو حنیفہؒ کے قول کو اقرب الی القرآن والحدیث پاتے ہیں اس لیے اس کی تائید کرتے ہیں ورنہ مجتہدین میں سے کوئی ہوتا تو ان کی اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا، اوکما قال۔

۱۰۔ مجھے اس پر بھی بہت زور تھا اور ابتداء ہی میں طلبہ کو اس پر متنبہ کر دیا کرتا تھا کہ معاصر مدرسین کا کوئی قول آپ نقل کریں تو شوق سے مگر مدرس کا نام ہرگز نہ لیں اس سلسلہ میں چونکہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ صدر المدرسین کے یہاں ترمذی شریف ہوتی تھی اور اس سیہ کار کے یہاں ہمیشہ ابوداؤد، اور ان دونوں کی روایات ابواب فقہیہ کے طرز پر ہوتی تھیں اور اس زمانہ میں طالب علم کچھ سمجھ دار بھی ہوتے تھے وہ میری اور مولانا مرحوم کی تقریر میں جب اختلاف پاتے تو بڑے زور سے مجھ پر یا مولانا پر اعتراض کرتے۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ مولانا مرحوم نے بھی اپنے سبق میں اس پر نکیر کی تھی کہ تم شیخ کا نام لے کر مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو جو اعتراض ہوا کرے بغیر شیخ کے نام کے کیا کرو۔ میں نے بھی اس پر کئی سالوں میں کئی دفعہ طلبہ پر نکیر کی کہ مولانا کا نام لے کر اعتراض ہرگز نہ کریں کہ مولانا کا نام سننے کے بعد اس پر رد کرنا بے ادبی ہے اور سکوت کرنا اپنی رائے کے خلاف کو قبول کرنے کے ہم معنی ہے۔ حدیث کی کتابیں تو دوسرے حضرات مدرسین کے یہاں بھی ہوتی تھیں مگر اس سیہ کار اور مولانا کے سبقوں میں یہ چیزیں کثرت سے پیش آیا کرتی تھیں۔

تلک عشرة کاملة۔

***

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک عبقری مدرّس

شیخ ولی خان مظفر

امام المحدثین حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان نور اللہ مرقدہٗ کا عرصہ تدریس نصف صدی پر محیط ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی تدریسی خصوصیات پر آپ کے ایک ہونہار شاگرد اور معروف کالم نگار حضرت مولانا شیخ ولی خان مظفر نے "عبقری مدرس" کے عنوان سے ایک کالم لکھا جو بے حد پسند کیا گیا۔ مدارس کے تعلیمی سال کے آغاز پر استفادہ اساتذہ کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

دو تین روز قبل ہم اپنے شیخ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، بہت دیر تک ان کے انفاسِ طیبہ سے محظوظ ہوئے، آج یہ خیال آیا کہ حضرت کا درسِ بخاری شریف بہت شہرۂ آفاق ہے جو وہ ستّر سال سے دے رہے ہیں، کے حوالے سے کچھ گفتگو کی جائے:

اندازِ تدریس میں ہمارے حضرت شیخ حضرت مولانا سلیم اللہ خان نوّر اللہ مرقدہٗ

"حلف الزمان لیأتینّ بمثلهِ۔۔ حنثت یمینک یا زمان فکفّر"

کے صحیح مصداق ہیں، اس کی وجہ۔۔۔۔۔۔

(1) ان کی خداداد قابلیت، ذہانت اور فطانت ہے، جو ان کی اُصول سے چلی آرہی ہیں اور پھر اُن سے ہوتے ہوئے اُن کے فروع میں سرایت کئے ہوئے ہے،

(2) انہیں اتفاق سے اساتذہ بھی ایک سے ایک میسر ہوئے،

(3)وہ تحصیلِ علم میں طالبِ صادق رہے،

(4)باکردار اور اُولوالعزم خاندانی پس منظر نے انہیں کچھ کرنے پر آمادہ رکھا،

(5)وہ بہت کچھ کے باوجود اول و آخر مدرس ہی رہے،ہمارے مدارس میں پڑھائے جانے والے فنون انہیں مستحضر ہیں،اسی لئے صحیح بخاری ومشکوٰۃ کے ساتھ ساتھ فنون کی بنیادی کتابیں بھی خود پڑھاتے ہیں۔

(6)انہیں ہر وقت اس بات کا احساس رہتا ہے کہ انہیں ایام تدریس میں سبق پڑھانا ہے،

(7)ان کی درسی کتاب اور روز کا درس ان کی مکمل گرفت میں ہوتا ہے،

(8)اسباق اور دیگر تمام معاملات میں وقت کے نہایت پابند ہیں،

(9)خود عبارت ایسی لے میں پڑھتے ہیں کہ کیا کہنے،

(10)عبارت سے متعلقہ تمام امورِ لغویہ،صرفیہ،نحویہ،بلاغیہ،منطقیہ،کلامیہ،مصطلحات الحدیث،فن رجال اور پھر درس کے موضوع ومشمولات انہیں ازبر ہوتے ہیں،

(11)عبارت میں طالب علم کی باریک سی باریک غلطی بھی پکڑ لیتے ہیں،

(12)آواز نہ کانوں کو چیرنے والی،نہ مدہم،بلکہ شیریں وفرحت بخش اور واضح

(13)حروف کی ادائیگی اتنی صاف وشفاف کہ سننے والے کو قریب المخارج حروف سمجھنے میں کبھی دقّت محسوس نہیں ہوتی،

(14)الفاظ وتعبیرات میں بہت عمدہ اور برمحل چناؤ کا تسلسل،

(15)روح،بدن ولباس نہایت پاکیزہ اور معطر،

(16)اپنے اساتذہ،متقدمین اور مؤلفینِ کتب کا تپاک سے تذکرہ وتحسین،

(17)ظاہر وباطن،وضع قطع اور قول وعمل میں سنت وشریعت کے سختی سے پابند،

(18)کردار وگفتار میں آئینہ کی طرح صاف،اُجلا اور کھلی کتاب

19)طلبہ سے محبت وپیار اُن کا خاصہ ہے،

(20) طالبانِ علومِ نبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی علوم سے بے پایاں اخلاص وللّٰہیت،

(21) کمال کی خوداعتمادی،

(22) عربی، اردو اور فارسی الفاظ ومحاورات کا ہر طرح سے صحیح اور برموقع استعمال، وہ کبھی بھی اِغواء کو اَغوا، اِجتناب کو اجتناب اور وِفاق کو وَفاق نہیں کہیں گے، علیٰ ہذا القیاس

(23) ان کے درس میں جملے تو جملے الفاظ کبھی ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر نہیں آتے، تتابُع، تسابُق اور تراکب وتحامل نہیں ہوتا، الگ الگ، رک رک، ٹھہر ٹھہر کر ادائیگی اور انتہاء تک پہنچنے کے بعد اگلے لفظ کا نمبر آتا ہے،

(24) وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ناپ تول کر وہی کہتے ہیں اور وہی کہہ رہے ہوتے ہیں، یہ نہیں کہ کہنا کچھ چاہتے تھے، کہا کچھ اور گیا،

(25) ان کو تدریس سے عشق ہے، اسی لئے وہ کبھی پڑھاتے ہوئے اکتاتے نہیں ہیں، نہ ہی سامعین گھنٹوں سبق سننے کے باوجود بوریت کا شکار ہوتے ہیں، نیز درس نظامی کی کل کتابوں پر حضرت کو عبور ہے

(26) وہ جب ''امامِ ۔۔ بخاری، حافظ ۔۔ ابنِ ۔۔ حجر، علامہ ۔۔ عینی، یا مثلاً: جنابِ ۔۔ سرورِ ۔۔ کائنات ۔۔ صَلَّی اللہُ ۔۔ علیہِ ۔۔ وسلم'' فرماتے ہیں، تو سامع عش عش کے رہ جاتا ہے،

(27) کبھی کبھی دورانِ سبق وہ جب کسی بزرگ کی محاکاۃ کرتے ہیں، تو وہ تو صرف اور صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے،

(28) درس دیتے ہوئے خود بخود ان کے ہاتھ دونوں طرف سے اٹھ اٹھ کر سر مبارک کے اوپر آجاتے ہیں اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی چار انگلیوں کو پکڑ لیتا ہے، پھر چھوڑ دیتا ہے، یوں محرابیں بنتی ہیں اور پھر کھل جاتی ہیں، اس دوران بہت کم مگر کبھی کبھار تصفیق کی آواز بھی آجاتی ہے، ایک عجب نظارہ ہوتا ہے،

(29) اُن کی آوازِ مبارک، الفاظ، معانی اور مضامین کی تابع ہوتی ہے، چنانچہ رخوۃ، شدۃ، تفخیم وترخیم اور علوّ وانخفاض کے مراحل اس میں مسلسل آتے رہتے ہیں،

(30) بعض اوقات کسی بات پر زور دینے یا اہمیت جتانے کے لئے سیدھے ہاتھ کو ران مبارک پر

دے مارتے ہیں، تھپڑ کی طرح یہ آواز کیا غضب کی ہوتی ہے،

(31) سبق کا انداز لیکچر ومحاضرے کی طرح ہوتا ہے، خطیبانہ نہیں ہوتا، لیکن استغراق فی الدرس اور جوشِ تدریس کی وجہ سے طالبعلم مکمل حضرت کے شکنجے میں ہوتا ہے، مجال ہے، کسی کو اِدھر اُدھر کے خیالات آجائیں،

(32) درس کا ماحول طلبہ اور حضرتِ اقدس میں قلبی لحاظ سے یگانگت کا ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ حضرت ان ہی کو پڑھا رہے ہیں اور طلبہ ہمہ تن گوش ہو کر گویا ان ہی سے پڑھ رہے ہیں، دونوں فریق اس وقت آس پاس کی دنیا ومافیہا سے منقطع اور لاتعلق ہوتے ہیں،''میانِ عاشق ومعشوق رمزیست۔۔کراماً کاتبین راہم خبر نیست'' والی کیفیت

(33) صحیح بخاری ومشکوٰۃ کا سبق کبھی کبھی عربی میں پڑھانے لگ جاتے ہیں، مہینوں یہ سلسلہ چلتا ہے، عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ حضرت کے عربی سبق کے حوالے سے ہم نے کبھی نہیں سنا کہ سمجھ میں تو آتا نہیں، جبکہ ہمارے دیگر ساتھیوں کے حوالے سے جامعہ میں یہ معاملہ آجاتا تھا،

(34) سبق جب بھی مقررہ وقت کے مطابق نہیں ہوگا، تو اس کی بھی اطلاع کراتے ہیں اور جب بھی مقررہ وقت سے خارج میں ہوگا، اس کے بارے میں بھی دورۂ حدیث کے شرکاء کو خبر کرانا حضرت کا دیرینہ معمول ہے،

(35) حضرۃ الامام درس کو مشن اور نظریہ سمجھ کر پڑھاتے ہیں، وہ ہمیشہ فرماتے ہیں: ہم نظریاتی لوگ ہیں،

(36) حضرت کی سب سے زیادہ نگاہ متنِ کتاب پر ہوتی ہے، خواہ مخواہ کی علمی دھاک بٹھانے کے لئے بلاضرورت کی بحثیں اور حوالے دینا ان کا معمول نہیں ہے،

(37) بلاوجہ علمی وتحقیقی رعب جھاڑنے کے وہ شدید خلاف ہیں، میں نے ان کے ساتھ سفر وحضر میں ایک لمبا عرصہ گذارا ہے، اس دوران حضرت کو کبھی ایک مرتبہ بھی علمی یا کسی حوالے سے رعب جھاڑتے نہ ہی مرعوب ہوتے دیکھا، سبق میں ایک ماہر معالج کی طرح تشنگانِ علوم کو جتنی ضرورت ہوتی اتنی ہی وہ دواء دیتے ہیں، تشریحات ہوں، تحقیقات ہوں یا پھر حوالہ جات

(38) اعتدال فی الفکر والنظر، والتناسب فی الجسم والبدن یعنی فطری حسن

، جمال، جلال، وقار، تمکنت، متانت، محبوبیت کے ساتھ استقامت علیٰ الدین و المبادیٔ والاصول والعقائد والوظائف بھی حضرت کی تدریس کو چار چاند لگائے ہوئے ہیں،

(39) ہمیشہ سے ان کا معمول ہے، سابق درس سے ربط، خلاصے کی شکل میں بیان کرنا، پھر اسی بنیاد پر نئے درس کی تعمیر اٹھانا،

(40) ان کا طریقۂ تدریس عمومی طور پر قراءۃ الشیخ جبکہ اُخیر سال میں قراءۃ علیٰ الشیخ بھی ہوتا ہے، دونوں صورتوں میں پہلے پورے سبق کو مالہ وما علیہ کے ساتھ القاء فرماتے ہیں، پھر کتاب میں درس پے آتے ہیں کہیں کہیں تشریحاتِ لغت ورجال کے ساتھ متن وعبارت کو سبقی بیانئے سے منطبق کرتے ہوئے چلتے ہیں،

(41) سبق کے دوران اور سبق سے فراغت کے بعد اُن کا اور ان کے سامعین کے چہرے ایسے کھلے ہوئے ہوتے جیسے فرطِ خوشی اور فتح مندی سے معمور ومخمور ہوں،

(42) مسلسل مسکراہٹ وانبساط کی وجہ سے ان کا چہرہ مبارک اور ماتھا چمک رہا ہوتا ہے، ان کے دہن، دندان، چشمان اور پیشانی مبارک پر دورانِ درس کبھی بھی ناگواری کی کیفیت بَل یا شکن کی صورت میں نہیں ہوتی، نہ ایسی کوئی ہیئت وکیفیت ہوتی ہے جس سے سامعین ومشاہدین کو ناگواری وتوحش ہو،

(43) حضرت جی کو وِفاق اور سوادِ اعظم کے پلیٹ فارمز سے لوگ جانتے ہیں، وہ ایک زیرک سیاستدان، قائد اور رہبر وخطیب بھی ہیں، ان کے درس میں اس وصف کا بھی اثر ہونا لازمی امر ہے،

(44) وہ اپنے تلامذہ کو گویا خونِ دل پلاتے ہیں، چنانچہ از دل خیزَ د بر دل ریزَ د'' دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ۔۔ پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

''(45) ان کے سبق میں ابتداء وانتہاء میں کتاب کھولنا، بند کرنا، وال کلاک پے نظر رکھنا کچھ چیزیں ایسی ہیں، جو دیکھنے کی ہوتی ہیں۔ بہر کیف ویسے ہی تو احمد شوقی نے نہیں کہا:

قم للمعلم وفّه التبجیلا۔۔ کاد المعلم أن یکون رسولاً۔

***

فلسطین...تاریخ کے آئینے میں

از: مولانا یرید احمد نعمانی

وہ ارض مقدسہ جسے انبیاء کرام کا مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے، جس کے ارد گرد برکت ہی برکت کا نزول ہے، جہاں سے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم روح القدس کے ہمراہ سفر معراج کے لیے پابرکاب ہوئے، جس دھرتی پر سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کی امامت کرا کے امام الانبیاء کا لقب پایا، جی ہاں وہی پر عظمت و پرشوکت زیتون کے درختوں سے آراستہ و پیراستہ سرسبز و شاداب بقعہ ارضی، جہاں اسلام کی عظمت رفتہ اور جنت گم گشتہ کا نشان قبلہ اول کی صورت میں موجود ہے، جس کے فاتح اوّل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے، جس کے در و دیوار نے ایوبی کی تکبیر سنی تھی، جہاں خیر کا نور پھیلانے والوں اور شر کی تاریکی میں اضافہ کرنے والوں کے درمیان آخری مگر عظیم معرکہ بپا ہونے کا میدان سج چکا ہے، آج طاغوتی قوتوں کے زیر نگیں و قبضہ ہے۔ "مغضوبین"، "ضالین" کے زیر سایہ وانتظام گزشتہ چھ عشروں سے مسلمانان فلسطین کا جانی، مالی اور اقتصادی استحصال میں مصروف عمل ہیں۔

"بھٹکی مادیت" نے اپنے طرز فکر و سوچ اور بوالہوسی کا راگ اس طور پر الاپا ہے کہ غیر تو غیر "اپنے" بھی اس کی گردش اور بھنور میں غوطہ زن ہیں، فکر معاش، تعیش پسندی اور اپنی شکم سیری کی زنجیروں میں ایسے جکڑے ہیں کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ کے اس ارشاد مبارک کو ہی بھلا بیٹھے، جس میں آپ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کی تشبیہ ایک جسم سے دی ہے، بدن کے ایک عضو کی تکلیف والم پورے وجود میں سرایت کرتی اور محسوس کی جاتی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے، عالم اسلام کے اس رستے ہوئے ناسور پر کوئی اینکر پرسن، کوئی وزیر و مشیر اور کوئی صاحب منصب وجاہ امت کی منتشر سوچ کو مجتمع، منظم اور مربوط نہیں کرتا؟ آیئے اسی چبھتے سوال کے جواب کے تناظر میں "بقعہ نور" کی قدیم تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں جو شاید ہمارے "خوابیدہ"

دلوں کو بیدار کرنے میں قوت عمل مہیا کر جائے!

محل وقوع کے اعتبار سے فلسطین براعظم ایشیاء کے مغرب میں بحر متوسط کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اس علاقے کو آج کل مشرق وسطیٰ بھی کہا جاتا ہے، شمال میں لبنان اور جنوب میں خلیج عقبہ واقع ہے، جنوب مغرب میں مصر اور مشرق میں شام اور اردن سے اس کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔ جبکہ مغرب میں بحر متوسط کا طویل ساحل ہے، فلسطین کا رقبہ حنفہ اور غزہ سمیت ۲۷ ہزار کلومیٹر پر مشتمل ہے۔

فلسطین کے طبعی جغرافیائی علاقوں میں فلسطین کا طویل ساحل جوناقورہ سے لے کر رفح تک جنوب میں پھیلا ہوا ہے سرفہرست ہے۔ جس کا عرض ۱۶ سے ۱۸ کلومیٹر تک ہے، اس ساحل کے مشہور شہروں میں طولکرم، خان یونس، رملہ، عکا، یفاء، یافا اور غزہ ہیں۔ اسرائیل نے اپنا دار الحکومت بھی یافا کے شمال میں بنایا ہے، جبکہ پہاڑی سلسلوں میں نابلس، کرمل، خلیل اور القدس کے پہاڑی علاقے مشہور ہیں، واضح رہے کہ خلیل پہاڑ کے دامن میں خلیل شہر آباد ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں مدفون ہیں۔ علاوہ ازیں قدس کے پہاڑوں میں سب سے اونچا پہاڑ جبل طور ہے، جس میں بیت المقدس کا علاقہ واقع ہے، مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ بھی اسی شہر کی زینت ورونق ہیں۔ میدانی علاقوں میں نقب اور اغوار کے علاقے شامل ہیں، اغوار فلسطین کا مشرقی علاقہ ہے، جسے دریا اردن کاٹتا ہے اور بحر میت بھی اس کے کنارے واقع ہے، اس علاقے میں اریحا نامی شہر ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کا قدیم ترین شہر ہے۔

فلسطین اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں کنعانیوں کا مرکز رہا ہے، ان علاقوں میں جتنے قدیم شہر تھے وہ سارے کنعانیوں نے ہی آباد کیے تھے، کنعانی قبیلے کی اہم شاخ "یبوسی" قوم نے القدس شہر بسایا تھا۔ کنعانی دور کے بعد عبرانی دور کی باری آتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارض کنعان کی طرف ہجرت فرمائی، بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعے آپ کی اولاد مصر کی حکمراں بنی، پھر بتدریج قبطی ان پر غالب آئے اور حضرت موسی علیہ السلام نے انہیں مصر سے نکالا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون کی قیادت میں ان عبرانیوں نے کنعان کو فتح کیا یہاں سے عبرانی دور کا آغاز ہوا، عبرانیوں کے حکمرانوں میں دو جلیل القدر پیغمبر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھی گزرے ہیں۔

"بلست" نامی قبیلہ مغرب سے جنگ زدہ ہو کر نکلا، اس نے اس علاقے کے ساحلی علاقوں یافا سے غزہ

تک کے علاقے پر قبضہ کرلیا، اس قبیلے نے اپنے مقبوضہ علاقے کا نام اپنے نام سے موسوم کرکے فلسطین رکھ دیا یہ نام ایسا غالب رہا کہ آج اس پورے خطے کو فلسطین ہی پکارا جاتا ہے، ان نووارد فلسطینیوں اور عبرانیوں کے مابین کئی جنگیں ہوئیں، جس کے نتیجہ میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے سردار جالوت کو قتل کردیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے۔

۵۳۸ ق م میں فارس کے ایک بادشاہ نے شام کو پورے علاقے کو بشمول فلسطین قبضہ کرلیا، فارس کی حکومت ۳۳۲ ق م یہاں سے ختم ہوگئی۔ ۳۳۲ ق م میں ہی مقدونی بادشاہ سکندر اعظم نے یہ علاقہ فارسیوں سے ہتھیالیا، اس کی موت کے بعد اس کے جانشینوں نے یہاں یونانی ثقافت وتہذیب کو پروان چڑھانے کی سرتوڑ کوشش کی، اس مقصد برآوری کی خاطر انھوں نے کئی شہر آباد کیئے، مدارس کھولے یونانی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا، لیکن اکثر علاقوں میں سریانی زبان وتہذیب کو لوگوں نے حرز جان بنائے رکھا۔

۶۳ ق م میں روم کے مشہور قائد "بومبی" نے یونانیوں کا زور فلسطین میں توڑ ڈالا، پھر یہ علاقہ رومیوں کے پاس رہا، یہاں تک کہ ۶۳۶ / میں اسلام کا پھریرا اس علاقہ پر لہرایا، اس دور کی اہم خصوصیات میں سے چند اہم یہ ہیں: (۱) حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ (۲) یہودیوں کو دو مرتبہ شکست ہوئی۔ پہلی مرتبہ ۷۰ / میں تیطس رومی کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوئے اور دوسری دفعہ ۱۳۵ / میں جب یہود نے دوبارہ منظم ہونے کی کوشش کی، اس دور کے رومی بادشاہ "معادریان" نے خود حملہ کیا اور یہودیوں کو سفاکی سے قتل کیا اور باقی کو دنیا کے مختلف علاقوں میں جلاوطن کیا اب دو ہزار سال بعد اس دھتکاری ہوئی قوم کو فلسطین میں اپنے قدم جمانے کا موقع ملا ہے۔

فلسطین کی اہمیت اسلام اور مسلمانوں کے لیے اس حوالے سے بہت واضح رہی ہے کہ ابتداء اسلام میں یہ ان کا قبلہ اوّل رہا ہے، اسی وجہ سے رومیوں کے ساتھ معرکے حضرت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ کی حیات طیبہ ہی میں شروع ہوگئے تھے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آخری لشکر جیش اسامہ رومیوں کے مقابلے کے لیے ترتیب دیا ہی تھا کہ آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے، آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے روانہ فرمایا، ارتداد کی مہم سے فارغ ہوکر خود بھی اس جانب توجہ دی۔ یہاں تک کہ ۱۶ ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المقدس مسلمانوں کے زیر قبضہ آ گیا۔

چھٹی صدی ہجری میں بلاد اسلامیہ پر صلیبیوں نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں فلسطین میں صلیبی حکومت

قائم کرلی گئی، طاقت اور قوت کے بل بوتے پر ستر ہزار مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا گیا، لیکن صلیبیوں کی یہ حکومت دیر پا ثابت نہ ہوسکی مشہور مجاہد صلاح الدین ایوبی نے جلد ہی بیت المقدس کو صلیبی پنجہ استبداد سے واکرالیا، ۲۷/ رجب ۵۸۳ھ کو بیت المقدس دوبارہ تکبیر کے زمزموں سے گونج اٹھا۔

جس وقت عالم اسلام کو استعماری طاقتوں نے اپنی سازشوں کا ہدف بنایا اور فلسطین کی سرزمین برطانیہ کے استعماری قبضہ میں آنے لگی تو مکار اور شاطر یہودیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس خطے کے حصول کی خاطر کوششیں تیز کردیں ۱۸۳۹/ میں سب سے پہلا مغربی سفارتخانہ جو بیت المقدس میں کھلا وہ حکومت برطانیہ کا تھا، جس کا واحد مقصد یہودیوں کی خدمت گذاری تھا، اس کے ساتھ ہی پوری دنیا سے یہودیوں کو بیت المقدس میں جمع کرنا شروع کردیا گیا، اس وقت پورے فلسطین میں صرف نو ہزار کے قریب یہودی تھے۔

۱۸۹۵ء میں ایک یہودی مفکر "النمساوی ہیرتسل" نے ایک کتاب شائع کی جس کا عنوان تھا "یہودی مملکت" جس میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہودی قوم کو ایک حکومت کی ضرورت ہے، اس مقصد کے لیے فلسطین سے بہتر کوئی جگہ ان کی نظر میں نہ تھی۔ اس دور میں یہودیوں کی عالمی سطح پر دو بڑی کانفرنسیں ہوئیں، پہلی کانفرنس ۱۸۹۷ء اور دوسری ۱۸۹۸ء میں، جن کا حاصل یہ تھا کہ یہود اپنے قدیم وطن فلسطین کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے منظم ہوجائیں، چونکہ فلسطین خلافت عثمانیہ کا ایک حصہ تھا اور وہی اس کے مالک ومتصرف تھی، اس کے مقابلے کے لیے قوم یہود نے ہر طرح کے حربے استعمال کرنے شروع کردیئے۔

خلافت عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے انھوں نے مختلف سطحوں پر ساز باز شروع کی، جس میں بھاری رقوم دے کر ترکوں کو خریدا گیا، خود خلیفہ عبدالحمید کو لالچ دیئے گئے یہاں تک کہ ایک دفعہ ترکی کے یہودیوں کا ایک وفد سلطان سے ملا اور ان کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ فلسطین اگر یہودیوں کو دے دیا جائے تو اس کے بدلے ہم خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہ کر خلافت کے سارے قرضے اتار دیں گے، جواب میں سلطان نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر ان کو دکھایا پھر فرمایا "اگر فلسطین کا اتنا حصہ بھی تم لینا چاہو گے تو نہیں ملے گا"۔

سلطان عبدالحمید سے مایوس ہوکر اللہ کے غضب کی ماری اس قوم نے ان کی شہرت عام کو بگاڑنے کی کوشش شروع کردی، چونکہ ذرائع ابلاغ پر یہودیوں کی اجارہ داری تھی اس لیے اس ہتھیار سے کام لے کر سلطان پر "رجعت پسند یا ورنسل پرست" جیسے بے پر کے الزامات کا سلسلہ شروع کردیا گیا، نتیجتاً خلافت

عثمانیہ میں قومی نعروں کی پروان ملی۔

۱۹۰۹ء سلطان عبدالحمید کا انتقال ہوا تو گویا اس دن سے اسرائیل کے وجود کی بنیاد پڑگئی، حکومت میں موجود صہونیت نواز لوگوں کا ایک ایسا طبقہ موجود تھا جو برابر یہودیوں کو فلسطین منتقل کرنے میں مدد دیتا رہا، یہاں تک کہ ۱۸۹۷ء میں ان کی تعداد پچاس ہزار تھی اور یہی تعداد ۱۹۱۴ء میں ۸۵ ہزار ہوگئی۔

یہود ایک مالدار قوم تھے، ہر ملک میں بڑے بڑے بیوپاریوں اور ساہوکاروں کی صورت میں موجود تھے، جس کی وجہ سے ملکوں کی سیاست اور معاملات پر ان کا اثر انداز ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں تھا، انھوں نے خلاف عثمانیہ کو ہر طرح اور ہر سطح پر دباؤ میں رکھنے کی کوشش کی، اور دنیا کو باور کرایا کہ فلسطین کا حصول یہودیوں کے لیے ناگزیر ہے، لیکن خلافت عثمانیہ ان کے باطل عزائم اور ارادوں کے سامنے سد سکندری ثابت ہورہی ہے۔ چنانچہ اس بے حقیقت مفروضے کی بنیاد پر حکومت مصر کے توسط سے صحراء سینا میں یہودیوں کو بسانے کی ایک مرتبہ کوشش بھی کی گئی، جس میں وہ ناکام ہوئے۔ اس کے بعد دنیا کی سیاست میں کچھ ایسے حالات آئے جو فلسطین میں بدی کی "نمائندہ قوم" کے لیے قیام حکومت کی راہ ہموار کرتے چلے گئے، جن میں چار حالات کا بطور خاص ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے: (۱) دو عالمی جنگوں کا وقوع پذیر ہونا۔ (۲) ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں کا قتل عام جس سے وہ دنیا کو اپنی مظلومیت ثابت کر پائے۔ (۳) خلافت عثمانیہ کا سقوط۔ (۴) فلسطین کا برطانوی استعمار کے زیر دست ہوجانا۔

آخر الذکر سبب کے تحت برطانوی استعمار نے یہودیوں کو فلسطین میں بسانے کے لیے حتی المقدور تعاون کیا۔ مقامی باشندوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کیا گیا، یہودی بستیاں آباد کی گئیں، تل ابیب کو مضبوط کیا، یہودیوں کے استحکام سے مطمئن ہوکر خود ۱۴/ مئی ۱۹۴۸ء کو فلسطین سے نکلنے کا اعلان کیا، جاتے جاتے اہم مقامات، سرکاری دفاتر، ہوائی اڈے یہودیوں کو بطور بخشش دے گئے، جبکہ مسلمانوں کا جانی، مالی اور اقتصادی استحصال کیا گیا، جس کے نتیجے میں کچھ قتل ہوئے اور اکثر ہجرت پر مجبور ہوئے۔

یوں ۱۵/ مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیلی مملکت کا اعلان قیام ہوا، جسے چند ہی لمحوں میں امریکہ، روس اور یورپ نے تسلیم کرلیا، اسلامی ممالک میں سے صرف ترکی اور اس وقت کے شاہ ایران نے یہ ناجائز ریاست تسلیم کرکے اپنے فکری ضلالت پر مہر تصدیق ثبت کی۔

***

کرپٹوکرنسی کی ماہیت وحقیقت

تحریر وتخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یہ سائنسی طور پر ثابت ہے کہ بٹ کوائن نہ تو حسّی طور پر موجود ہوتے ہیں اور نہ ہی ڈیجیٹل طور پر ان کا کوئی وجود ہے۔ یہ بات غیر ماہرین کیلئے تو حیران کُن ہوسکتی ہے مگر سائنسدانوں اور محققین کے سامنے بٹ کوائن کی باریکیاں بالکل واضح ہیں۔ ذیل میں ہم بٹ کوائن کے مُوجِد ساتوشی ناکاموٹو سمیت معروف محققین اور سائنسدانوں کے بٹ کوائن کی تکنیکی ماہیت وحقیقت سے متعلق ٹھوس سائنسی اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ یہ سائنسی شواہد اتنے واضح ہیں کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

”درحقیقت کوائن موجود نہیں ہوتے، صرف ٹرانزیکشن ہوتی ہیں جو کہ ملکیت کے حقوق تفویض کرتی ہیں۔ لہذا ایک کوائن کا حقیقی مساوی جو ہم سوچ سکتے ہیں وہ دراصل ٹرانزیکشن کی ایک چین ہے“[1]۔

”بٹ کوائن یونٹ آف اکاؤنٹ ہیں جو کہ انفرادی نمبرز اور لیٹرز سے کرنسی کی اکائی بناتا ہے، اس کی قیمت صرف اس لئے ہے کیونکہ صارفین اس کیلئے ادائیگی کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں “[2]۔

”سچائی یہ ہے کہ بٹ کوائن یا والٹ جیسی کوئی چیز نہیں ہے، بس ایک کوائن کی ملکیت کے بارے میں نیٹ ورک کے درمیان معاہدہ ہے۔ لین دین کرتے وقت نیٹ ورک پر فنڈز کی ملکیت ثابت کرنے کے لیے ایک ”پرائیوٹ کی“ کا استعمال کیا جاتا ہے“[3]۔

”بٹ کوائن ہر کوائن کو محفوظ نہیں کرتا اور نہ یہ محفوظ کرتا ہے کہ کون اس کوائن کا مالک ہے۔ اس کے بجائے، یہ ایک ڈسٹری بیوٹڈ لیجر بک سسٹم کا استعمال کرتا ہے (جسے ”بلاک چین“ کہا جاتا ہے) اس منطق کی

بنیاد پر کہ اگر آپ کو ہر ٹرانزیکشن کے بارے میں معلوم ہے جو کہ کسی ایڈریس نے کی ہے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا اس کے پاس خرچ کرنے کے لیے رقم ہے کہ نہیں"[4]۔

"ہم الیکٹرانک کوائن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ڈیجیٹل دستخطوں کی زنجیر ہے۔ ہر مالک پچھلے لین دین کے ہیش اور اگلے مالک کی "پبلک کی" پر ڈیجیٹل طور پر دستخط کر کے اور کوائن کے آخر میں ان کو شامل کر کے کوائن کو اگلے کو منتقل کرتا ہے۔ ایک وصول کنندہ ملکیت کی چین کی تصدیق کیلئے دستخطوں کی تصدیق کر سکتا ہے"[5]۔

"بٹ کوائن ایک الیکٹرانک، ورچوئل کرنسی ہے جس کی سِکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حِسّی نمائندگی نہیں ہوتی ہے"[6]۔

"ایک سِکّہ، یا اس کا حصہ، بٹ کوائن لیجر میں صرف ایک ٹرانزیکشن ہے۔ بٹ کوائن کی ملکیت ایک "پبلک کی" (pk) کے ذریعے ثابت کی جاتی ہے، جس کی خفیہ "پرائیوٹ کی" صرف درست مالک کے پاس ہوتی ہے"[7]۔

"بٹ کوائن کے معاملے میں، ہر ٹرانزیکشن ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں کرنسی کی منتقلی کی نمائندگی کرتا ہے۔ تمام کمپیوٹر ہر ایڈریس پر موجودہ بیلنس سے آگاہ ہوتے ہیں اور موجودہ بلاک چین کی ایک کاپی کو برقرار رکھتے ہیں، جو کہ پچھلے لین دین کی تاریخ پر مشتمل ریکارڈ ہے۔ ہر ٹرانزیکشن کے بعد بلاک چین کی حالت بدل جاتی ہے"[8]۔

"حقیقت میں، بٹ کوائن ڈیجیٹل دستخطوں کا ایک سلسلہ ہے"[9]۔

"اپنے نام کے باوجود، بٹ کوائن میں کوئی سکے نہیں ہیں سوائے نمبروں اور حروف کے جو کرنسی کی اکائیوں کو تشکیل دیتے ہیں"[10]۔

"تکنیکی نقطہ نظر سے، بٹ کوائن جیسی کرپٹو کرنسی کے لیجر کو "حالت کی منتقلی" کے نظام کے طور پر سوچا جا سکتا ہے، جہاں پر ایک "حالت" ہوتی ہے جو کہ تمام موجودہ بٹ کوائنز کی ملکیت کو ظاہر کرتی ہے اور ایک "حالت کی منتقلی کا فنکشن" ہوتا ہے جو ایک حالت اور ایک ٹرانزیکشن لیتا ہے اور نتیجہ کے طور پر ایک نئی حالت پیدا کرتا ہے"[11]۔

"بٹ کوائن ایک ڈیجیٹل کرنسی کا نظام ہے جس کی بنیاد پیئر ٹو پیئر ورچوئل ڈیٹا پر ہے۔ بٹ کوائنز کو

استعمال کرنے کے لیے لوگوں کو کمپیوٹر پر بٹ کوائن "والٹ" انسٹال کرنا ضروری ہے۔ اس والٹ میں ایک باقاعدہ اپ ڈیٹ فائل کے علاوہ کچھ نہیں ہے، جس میں اب تک کی گئی تمام بٹ کوائن ٹرانزیکشن کی فہرست ہے۔ بٹ کوائن کو "پبلک اور پرائیویٹ کی کرپٹولوجی" کے امتزاج کا استعمال کرتے ہوئے دوسرے صارف کے والٹ میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ ٹرانزیکشن میں بٹ کوائنز کی تعداد شامل ہے، بشمول فریکشنز، اور ایک ٹرانزیکشن۔منفرد ڈیجیٹل دستخط، جو "پرائیوٹ کی" کے ذریعے محفوظ ہے"[12]۔

"مختصراً، ایک بٹ کوائن کو ایک مالک سے دوسرے مالک کے درمیان ٹرانزیکشن کے ایک سلسلے (چین) کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے، جہاں مالکان کی شناخت پبلک کی کی ذریعے سے ہوتی ہے جو تخلص کے طور پر کام کرتی ہے"[13]۔

مندرجہ بالا ٹھوس سائنسی حوالہ جات کے اقتباسات سے یہ امُور واضح ہوتے ہیں کہ:

- ☐ بٹ کوائن حسّی طور موجود نہیں ہوتے۔
- ☐ بٹ کوائن کی سِکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حسّی نمائندگی نہیں ہوتی ہے۔
- ☐ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود نہیں ہوتے۔
- ☐ بٹ کوائن میں ڈیجیٹل کوائن موجود نہیں ہوتے۔
- ☐ بٹ کوائن ہر کوائن کو محفوظ نہیں کرتا اور نہ یہ محفوظ کرتا ہے کہ کون اس کوائن کا مالک ہے۔
- ☐ بٹ کوائن ڈیجیٹل دستخطوں (سگنیچرز) کی زنجیر ہے[14]۔
- ☐ بٹ کوائن میں صرف ٹرانزیکشن ہوتی ہیں جو کہ ملکیت کے حقوق تفویض کرتی ہیں۔
- ☐ بٹ کوائن کو قبضے میں نہیں لیا جاسکتا۔
- ☐ بٹ کوائنز کو استعمال کرنے کے لیے لوگوں کو کمپیوٹر پر بٹ کوائن "والٹ" انسٹال کرنا ضروری ہے۔ اس والٹ میں ایک باقاعدہ اپ ڈیٹ فائل کے علاوہ کچھ نہیں ہے، جس میں اب تک کی گئی تمام بٹ کوائن ٹرانزیکشن کی فہرست ہے۔
- ☐ صارفین کے درمیان صرف ٹرانزیکشن کا تبادلہ ہوتا ہے، نہ کہ بٹ کوائن کا۔
- ☐ یہ لیجر کی حالت ہوتی ہے جو کہ اپ ڈیٹ ہوتی ہے جس کی بنیاد پر بٹ کوائن کا بیلنس معلوم کیا جاتا ہے۔

☐ بٹ کوائن کا بیلنس معلوم کرنے کی منطق یہ ہے کہ اگر آپ کو ہر ٹرانزیکشن کے بارے میں معلوم ہے جو کہ کسی ایڈریس نے کی ہے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا اس کے پاس خرچ کرنے کے لیے رقم ہے کہ نہیں۔

☐ بٹ کوائن کو" پبلک اور پرائیویٹ کی کرپٹولوجی" کے امتزاج" کا استعمال کرتے ہوئے دوسرے صارف کے والٹ میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ پبلک اور پرائیوٹ کی روایتی بینک کے اکاؤنٹ میں یوزر نیم اور پاس ورڈ کے مساوی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیوں بٹ کوائن کی ماہیت کے بارے میں لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں؟ کچھ لوگ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے ایک کرپٹوکرنسی والٹ انسٹال کیا ہے، جو ان کے بٹ کوائن کا بیلنس دکھاتا ہے، اور وہ بٹ کوائن کو ایک ایڈریس سے دوسرے ایڈریس پر کامیابی سے منتقل کر سکتے ہیں، لہذا اس لیے وہ یہ یقین کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہوتے ہیں۔ یہ بٹ کوائن کے ڈیجیٹل وجود کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ یہ یقین کرنا کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہوتے ہیں، تکنیکی اور سائنسی طور پر غلط ہے۔ اس غلط فہمی کی تردید کے لیے اور بٹ کوائن کے ڈیجیٹل وجود سے متعلق اس افسانے کی حقیقت کو ہم حتمی طور پر آشکار کرتے ہیں۔

کرپٹوکرنسی کی ماہیت سمجھنے کیلئے کچھ مثالیں

مثال نمبر ا:

ٹرانزیکشن کی ایک تعریف یہ ہے کہ:

"ٹرانزیکشن فریقین کے درمیان اثاثوں کی منتقلی کی ریگارڈنگ ہے"[15]۔

ٹرانزیکشن کی اس سادہ سی تعریف میں تین اہم پہلو ہیں۔ اول "فریقین"، دوم "اثاثے" اور سوم "منتقلی"۔ ٹرانزیکشن (لین دین) کی ریکارڈنگ کسی بھی روایتی طریقے جیسے کہ فزیکل رجسٹر اور کاپیاں، یا ڈیجیٹل طور پر کمپیوٹر کا استعمال کرتے ہوئے کی جا سکتی ہے۔ اب ہم چند سوالات پوچھتے ہیں۔

ا۔ اگر کوئی منتقلی نہیں ہوئی تو کیا ٹرانزیکشن (لین دین) ہو گئی؟

۲-اگر کوئی اثاثہ (مبیع یا فروخت کی چیز) موجود نہیں ہے تو کیا ٹرانزیکشن (لین دین) ہو گئی؟

۳۔ اگر کوئی فریق شامل نہیں ہے تو کیا ٹرانزیکشن (لین دین) ہو گئی؟

اسلامی قوانین کو سامنے رکھتے ہوئے حضرات علمائے کرام نے خرید وفروخت کی کچھ بنیادی شرائط بتائی ہیں۔ ذیل میں ہم ایسی ہی کچھ شرائط کا کتاب "An Introduction to Islamic Finance" سے ذکر کرتے ہیں۔

"پہلی شرط: مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت وجود میں آچکی ہو۔

دوسری شرط: مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت فروخت کرنے والے کی ملکیت میں ہو۔

تیسری شرط: مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز بیع کے وقت فروخت کرنے والے کے حسی یا معنوی قبضے میں ہو۔

چوتھی شرط: بیع غیر مشروط اور فوری طور پر نافذ العمل ہو۔

پانچویں شرط: بیچی جانے والی چیز ایسی ہو جس کی کوئی قیمت ہو۔

چھٹی شرط: بیچی جانے والی چیز ایسی نہ ہو جس کا حرام مقصد کے علاوہ کوئی اور استعمال ہی نہ ہو جیسے خنزیر یا شراب وغیرہ۔

ساتویں شرط: جس چیز کی بیع ہو رہی ہو وہ واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے اور خریدار کو اس کی شناخت کرائی جانی چاہیے۔

آٹھویں شرط: بیچی جانے والی چیز پر خریدار کا قبضہ کرایا جانا یقینی ہو، یہ قبضہ محض اتفاق پر مبنی یا کسی شرط کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہونا چاہیے۔

نویں شرط: قیمت کا تعین بھی بیع کے صحیح ہونے کیلئے ضروری شرط ہے، اگر قیمت متعین نہیں ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی۔

دسویں شرط: بیع میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہیے"[16]۔

اب مندرجہ بالا تین سوالات اور شریعت میں خرید وفروخت کے مندرجہ بالا بنیادی شرائط کو ذہن میں رکھتے ہوئے آیئے بٹ کوائن کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ۳ جنوری سن ۲۰۰۹ کو ساتوشی ناکاموٹو نے ایک نئے کھاتے (بٹ کوائن لیجر) کی شروعات کی جس میں ایک ایڈریس کے سامنے پچاس بٹ کوائن کا محض اندراج کیا۔ یہ پہلی ٹرانزیکشن تھی جو کبھی ہوئی تھی اور بٹ کوائن لیجر میں درج کی گئی تھی۔ اس پہلی ٹرانزیکشن کے بارے میں ہم ٹرانزیکشن آئی ڈی کے بارے میں جانتے ہیں، ہم تاریخ اور وقت کے بارے میں

جانتے ہیں، اور بٹ کوائن کی کتنی تعداد اس ٹرانزیکشن میں لکھی گئی اس بارے میں بھی جانتے ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ پچاس بٹ کوائن کا اندراج (مائننگ کے عمل کے نتیجے میں) ایک ایڈریس پر ہوا جو کہ ساتوشی ناکاموٹو کا تھا۔اُس وقت ان پچاس بٹ کوائن کی کوئی ذاتی یا خارجی قدر نہیں تھی۔ یہ صرف ایک سادہ سی ٹرانزیکشن تھی جسے کھاتے (لیجر) میں اندراج کیا گیا تھا جس میں کوئی اثاثہ موجود نہیں تھا، کوئی اثاثہ منتقل نہیں کیا گیا تھا، اور کوئی فریق شامل نہیں تھا۔

مفتیانِ کرام کے مطابق بٹ کوائن کی یہ سادہ سی ٹرانزیکشن شریعت میں خریدوفروخت کی کئی بنیادی شرائط (شرط نمبر ۱، ۲، ۳ اور ۵) کی بیَک وَقت خلاف ورزی کررہی ہے۔لہذا بٹ کوائن کی خریدوفروخت محض "مبیع کے بغیر ٹرانزیکشن کی خریدوفروخت" ہے۔ہمیں یہ سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ محض " کھاتے (لیجر) میں پیسے کا اندراج پیسہ نہیں ہے"۔بٹ کوائن کسی بھی اثاثے کی نمائندگی نہیں کرتا ہے- چاہے حسّی ہو یا ڈیجیٹل۔لہذا بٹ کوائن کے تناظر میں مبیع کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا جس پر ملکیت اور قبضہ ہوسکے اور نتیجتاً بٹ کوائن کی ملکیت اور قبضے کا تعین ٹرانزیکشن کرنے یا محض کھاتے میں اندراج کرنے سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

مثال نمبر ۲:

بٹ کوائن کی صحیح نوعیت کو سمجھنے کے لیے ایک اور مثال لیتے ہیں۔ایک شخص "الف" ایک نئی کرپٹوکرنسی کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کا نام "کراچی کوائن" KHC رکھتا ہے۔کیونکہ یہ ایک تصوراتی کرنسی ہے لہذا اس کی کوئی ذاتی قدر نہیں ہے۔نیز شروع میں لوگ اس کرپٹوکرنسی کی قدر تسلیم نہیں کرتے۔"الف" اس فرضی کرپٹوکرنسی کا مُوجِد ہے لہذا وہ اس کرپٹوکرنسی کے کھاتے کی شروعات کھاتے میں اندراج کے ذریعے کرتا ہے۔

Date	$Value in US	KHC Amount	Details	Tx ID
10th Jan 2024	$0	KHC25	KHC25 الف	001
12th Jan 2024	$0	KHC50	KHC50 ب	002
15th Jan 2024	$0	KHC0	KHC10 ج	003

ٹیبل نمبر ۱: کھاتے میں درج کچھ ٹرانزیکشن جو کہ مختلف اشخاص کے پاس کراچی کوائن کی ملکیت کو دکھا

رہی ہیں۔

جیسا کہ قارئین ٹیبل نمبر ۱ میں دیکھ سکتے ہیں کہ ”الف“ نے کھاتے میں صرف کچھ ٹرانزیکشن کا اندراج کیا ہے جس میں مختلف اشخاص کے پاس کراچی کوائن کی ملکیت کو دکھایا ہے۔ اب ”ب“ تیس کراچی کوائن ”ج“ کو منتقل کرتا ہے۔ کھاتے کی نئی حالت ٹیبل نمبر ۲ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

Date $Value in US KHC Amount Details Tx ID

10th Jan 2024 $0 KHC25 KHC25 الف 001

12th Jan 2024 $0 KHC50 KHC50 ب 002

15th Jan 2024 $0 KHC0 KHC0 ج 003

17th Jan 2024 ”ب“ نے ۳۰ کراچی کوائن ”ج“ کو منتقل کئے 004

ب کے پاس اب $0 KHC20

ج کے پاس اب $0 KHC30

ٹیبل نمبر ۲: کھاتے میں درج کچھ ٹرانزیکشن جو کہ مختلف اشخاص کے پاس کراچی کوائن کی ملکیت کو دکھا رہی ہیں۔

اب ”ج“ یہ کہتا ہے کہ میں ۳۰ کراچی کوائن کا مالک ہوں۔ یہ ۳۰ کراچی کوائن مجھے ڈیجیٹل طور پر منتقل کئے گئے تھے، کیا کوئی اس کو تسلیم کرے گا؟ نہیں، عقلِ سلیم یہ کہتی ہے کہ اس طرح کی ملکیت قابلِ قبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ صرف کھاتے میں ٹرانزیکشن کا اندراج ہے اور ”مبیع“ سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اصل میں یہ ۳۰ کراچی کوائن جو کہ ”ج“ کی ملکیت ہیں یہ صرف کھاتے میں فرضی نمبروں کا اندراج ہے۔ ان ۳۰ کراچی کوائن کا سافٹ ویئر کی طرح کوئی ڈیجیٹل وجود بھی نہیں ہے۔ اب اگر کچھ وقت گزرنے کے بعد لوگ ان کراچی کوائن کی خرید و فروخت کرنا شروع کر دیں اور یہ یقین کرنا شروع کر دیں کہ ان کراچی کوائن کی کوئی ”قدر“ ہے، یہ سمجھنا بالکل بے بنیاد ہوگا اور اسی طریقے سے تخیلاتی معیشت کو بنایا جاتا ہے۔

جب لوگ دیکھتے ہیں کہ کراچی کوائن KHC کی خرید و فروخت مارکیٹ میں ہو رہی ہے اور لوگ ان کراچی کوائن KHC کو ٹریڈ کرنے کے بعد بہت زیادہ رقم کما رہے ہیں تو وہ سوچنے لگتے ہیں کہ یہ کراچی کوائن KHC ڈیجیٹل طور پر موجود ہیں، اور یہ ”ڈیجیٹل اثاثے“ ہیں۔ نیز وہ یہ بھی یقین کرنے لگتے ہیں کہ

کراچی کوائن کسی کی ملکیت میں بھی آسکتے ہیں اور انہیں منتقل بھی کیا جاسکتا ہے۔ بس یہیں ان سے غلطی ہوئی ہے۔ درحقیقت کراچی کوائن KHC کی تجارت مبیع کے بغیر لین دین کی تجارت کی طرح ہے اور بٹ کوائن کے معاملے میں بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے۔

ٹیبل نمبر ۲ میں ہم ٹرانزیکشن ID 004(Tx) سے ٹرانزیکشن ID 001(Tx) تک پیچھے جا سکتے ہیں اور حساب لگا سکتے ہیں کہ "ج" کو یہ ۳۰ کراچی کوائن کب اور کہاں سے موصول ہوئے۔ منی ٹریل واضح ہے، یہ شخص "ب" تھا جس نے شخص "ج" کو ۳۰ کراچی کوائن منتقل کئے اور شخص "ب" کے پاس اصل پچاس کراچی کوائن تھے اور جو ان پچاس کراچی کوائن کا مالک بنا کھاتے میں ان فرضی نمبروں کے اندراج سے اور ان پچاس کراچی کوائن کے پیچھے کوئی اثاثہ نہیں تھا۔ اب یہ ایک ستم ظریفی ہوگی کہ اگر ہم اس "ٹرانزیکشن کی زنجیر" کو کراچی کوائن کہنا شروع کر دیں اور یہ یقین کرنا شروع کر دیں کہ یہ کراچی کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہیں اور بٹ کوائن کے اندر بھی بالکل ایسا ہی معاملہ ہوا تھا۔

مثال نمبر ۳:

"الف" ہزار روپے قرض لیتا ہے "ب" سے۔ پھر "الف" ایک تحریر "ب" کو لکھتا ہے کہ میں آپ کو ایک ماہ میں یہ ہزار روپے واپس کردوں گا، پھر اس پر اپنے دستخط کرتا ہے، یہ قرض کی رسید بن جاتی ہے۔ اب اگر لوگ اس قرض کی رسید بیچنا شروع کر دیں؟ یاد رکھیں کہ یہ صرف قرض کی "رسید" ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ شریعتِ اسلامی میں قرض کی فروخت ممنوع ہے [17]۔

اب تصور کریں کہ گر کوئی شخص ایک خالی کاغذ لے اور اس پر اپنے دستخط کرے جب کہ کسی طرح کا بھی مبیع موجود نہ ہو۔ بغیر کسی مبیع کے اس خالی دستخط کی کیا اہمیت ہے؟

امریکہ کے نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسٹینڈرڈ اینڈ ٹیکنالوجی، ڈیپارٹمنٹ آف کامرس کے ڈیجیٹل دستخط کے معیار کے مطابق ڈیجیٹل دستخط کی تعریف یوں ہوگی۔

"ڈیجیٹل دستخط تحریری دستخط کا ایک الیکٹرانک مساوی ہے؛ ڈیجیٹل دستخط کا استعمال اس بات کی یقین دہانی کے لیے کیا جا سکتا ہے کہ دعویٰ کرنے والے نے معلومات پر دستخط کیے ہیں" [18]۔

بٹ کوائن کے تناظر میں بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے یعنی کوئی مال، کوئی قرض، کوئی خدمت، کوئی حق، اور کوئی اثاثہ نہیں ہے جو بیچا جا رہا ہے۔ نتیجتاً، ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے بٹ کوائن میں "مبیع" سمجھا جا سکے۔

بٹ کوائن کے تناظر میں یہ صرف "ڈیجیٹل دستخطوں کی زنجیر" ہے جس کو فروخت کیا جارہا ہے اور یہ وہی بات ہے جو کہ بٹ کوائن کے مُوجِد ساتوشی ناکاموٹو میں بٹ کوائن کے وائٹ پیپر میں درج کی ہے۔

"ہم الیکٹرانک کوائن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ یہ ڈیجیٹل دستخطوں کی زنجیر ہے۔ ہر مالک پچھلے لین دین کے ہیش اور اگلے مالک کی "پبلک کی" پر ڈیجیٹل طور پر دستخط کر کے اور کوائن کے آخر میں ان کو شامل کر کے کوائن کو اگلے کو منتقل کرتا ہے۔ ایک وصول کنندہ ملکیت کی چین کی تصدیق کیلئے دستخطوں کی تصدیق کرسکتا ہے"[19]۔

مندرجہ بالا تین مثالیں بٹ کوائن کی صحیح تکنیکی نوعیت کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں۔ ان مثالوں سے یہ بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کیوں عام لوگ بٹ کوائن کی نوعیت سے الجھ جاتے ہیں اور یہ ماننا شروع کر دیتے ہیں کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود ہے۔ ہم نے تکنیکی اور سائنسی طور پر ثابت کیا ہے کہ بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر بھی موجود نہیں ہے۔

نئی کرپٹوکرنسی بننے کا عمل (کرپٹوکرنسی مائننگ)

نئی کرپٹوکرنسی (بٹ کوائن) مائننگ کے عمل سے وجود میں آتی ہے۔ مائننگ کے عمل میں مائنرز کے درمیان مسابقت ہوتی ہے، کوئی اسے دریافت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے اور بیشتر ناکام۔ مائننگ کے عمل میں بہت غیر یقینی صورتِ حال ہوتی ہے یعنی اس بات کی گارنٹی نہیں ہوتی کہ کوئی مائنرز اپنے وسائل لگا کر مائننگ کے عمل میں کامیاب بھی ہوجائے گا۔ یعنی مائنرز اپنے وسائل (کمپیوٹر اور بجلی) کو خرچ کرتا ہے لیکن اسے اس کا صلہ ملنا یقینی نہیں ہوتا۔ عام کرپٹوکرنسی صارف کیلئے مائننگ کے عمل میں کامیاب ہونے کا کھربوں احتمالات میں سے ایک احتمال ہوتا ہے۔ نیز کرپٹوکرنسی مائننگ کے ذیل میں یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ "کرپٹوکرنسی کے اندر ٹرانزیکشن (عقود) کا نفاذ دوسروں پر موقوف ہے اور اس کے بغیر ٹرانزیکشن مکمل نہیں ہوتی"۔

"جب کوئی صارف لیجر میں ٹرانزیکشن شامل کرنا چاہتا ہے، تو ٹرانزیکشن ڈیٹا کو انکرپٹڈ (خفیہ) کیا جاتا ہے اور نیٹ ورک پر دوسرے کمپیوٹرز کے ذریعے کرپٹوگرافک الگورتھم کا استعمال کرتے ہوئے تصدیق کی جاتی ہے۔ اگر کمپیوٹرز کی اکثریت کے درمیان اتفاق رائے ہے کہ ٹرانزیکشن درست ہے، تو ڈیٹا کا ایک نیا بلاک چین میں شامل کیا جاتا ہے اور نیٹ ورک پر موجود سبھی لوگوں کے ذریعے شیئر کیا جاتا ہے"[20]۔

ایک اور اہم مسئلہ میم پول Mempool سے ٹرانزیکشن کے انتخاب سے متعلق ہے۔ مائنزر درحقیقت میم پول سے ٹرانزیکشن کا انتخاب کرتے ہیں اور انہیں بلاک کی شکل میں جمع کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یہ ہے کہ ٹرانزیکشن کا انتخاب مائنزر کے مرضی پر منحصر ہے۔ چونکہ ٹرانزیکشنز کو منتخب کرنے کے پیچھے انعام ہوتا ہے، اس لیے عام طور پر وہ ٹرانزیکشنز منتخب کی جاتی ہیں جن کی ٹرانزیکشن فیس زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ ٹرانزیکشن کو دوسروں پر ترجیح دی جاتی ہے اور کم فیس والی ٹرانزیکشن زیادہ وقت تک انتظار کرتی ہیں[21]۔ مائنزر بلاکس میں ان ٹرانزیکشن کو ترجیح دینے کی کوشش کرتے ہیں جن کی فیس بہت زیادہ ہوتی ہے اور انہیں "وہیل ٹرانزیکشنز" کہتے ہیں۔ کیا آپ ایک ایسے مالیاتی نظام کا تصور کر سکتے ہیں جس میں ٹرانزیکشن کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا جاتا ہو؟ جی ہاں، یہ بٹ کوائن کے بنیادی ڈیزائن میں ہے۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ٹرانزیکشن کی توثیق کا انحصار دوسرے شرکاء پر ہوتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی کسی تجارتی ٹرانزیکشن (لین دین) کے بارے میں سوچا ہے جس میں آپ کو لازمی دنیا بھر کے ہزاروں لوگوں سے اس کی توثیق کرنی ہوگی؟ کیا یہ حیران کن اور غیر مَعْقُول نہیں ہے؟ مگر اس کے باوجود یہ بٹ کوائن کی اصل ماہیت ہے۔ لہذا علمائے کرام کے مطابق بٹ کوائن کے مائننگ کے عمل میں شرعی طور پر دو بنیادی نقائص پائے جاتے ہیں۔

- بٹ کوائن میں ٹرانزیکشن کی توثیق کا انحصار دوسرے شرکاء پر ہوتا ہے اور اس کے بغیر ٹرانزیکشن مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ آسان الفاظ میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ٹرانزیکشن (بٹ کوائن) بھیجتا ہے، تو یہ سادہ ٹرانزیکشن اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ بٹ کوائن نیٹ ورک میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت اس ٹرانزیکشن کی توثیق نہیں کر لیتی۔ ٹرانزیکشن کی توثیق کا یہ عمل شرعی طور پر درست نہیں۔
- کرپٹو کرنسی مائننگ کے عمل میں کافی غیر یقینی صورتحال ہے، یعنی اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ مائنز اپنے وسائل کی سرمایہ کاری کرکے مائننگ کے عمل میں کامیاب ہوگا۔ یہ واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ مائننگ کے عمل میں غیر یقینی یعنی "غرر" ہے جو کہ شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔

عالمی معاشی ماہرین کی کرپٹو کرنسی سے متعلق آراء

کرپٹو کرنسی پر مالیاتی ماہرین اور ماہرین اقتصادیات کی طرف سے لکھے گئے سائنسی مضامین کی

بہتات ہے جنہوں نے کرپٹوکرنسی پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ہم یہاں چندنمائندہ حوالہ جات پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارے قارئین سمجھ سکیں کہ سنجیدہ مالیاتی ماہرین اور ماہرین اقتصادیات بھی بٹ کوائن کو زر، ڈیجیٹل کرنسی، یاڈیجیٹل اثاثہ نہیں سمجھتے۔

یورپی یونین کی اقتصادی اور مالیاتی امور کی کمیٹی یہ کہتی ہے[22]:

”ڈیجیٹل کرنسیوں کو بطور آلۂ مبادلہ Medium of Exchange استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

کرپٹوکرنسیوں کو بطور قدر شمار کرنے کے Unit of Account استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

کرپٹوکرنسیاں، کرنسی کے بنیادی اوصاف پر پورا نہیں اترتیں“۔

یورپی سپروائزری اتھارٹیز صارفین کو خبردار کرتی ہیں کہ بہت سے کرپٹو اثاثے انتہائی رسکی اور سٹے بازی یعنی قیاس آرائی پر مبنی ہیں۔ یہ زیادہ تر ریٹیل صارفین کے لیے بطور سرمایہ کاری یا ادائیگی یا تبادلے کے لئے موزوں نہیں ہیں[23]۔

کیون ڈیوس، جو یونیورسٹی آف میلبورن، آسٹریلیا میں فنانس کے پروفیسر ہیں، سمجھتے ہیں کہ کرپٹو جُوا ہے، جس کا کوئی سماجی فائدہ نہیں ہے، اور یہاں تک کہ کرپٹوکرنسی کے لیے”سرمایہ کاری“ یا ”کرپٹو اثاثے“ کی اصطلاحات استعمال کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔انہوں نے اپنے حالیہ مضمون میں لکھا:

”دوسرا، اصطلاح ”اثاثہ“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شے یا تو جاری کنندہ کی ذمہ داری ہے، یا مادّی یا غیر مادّی اثاثہ کی ملکیت کی نمائندگی کرتی ہے جس میں یہ صلاحیت ہو کہ وہ مستقبل کی آمدنی یا سروسز آف ویلیو پیدا کرنے کے لیے استعمال ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

کرپٹو آئٹم کی واحد ممکنہ قیمت یہ ہے کہ کوئی دوسرا جُواری انہیں زیادہ قیمت پر خریدنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے“[24]۔

ایک سائنسی تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ”بٹ کوائن کسی دوسرے بڑے اثاثہ کی کلاس کے برعکس ہے۔ بٹ کوائن اپنے متعارف ہونے کے بعد سے بہت غیر مستحکم رہا ہے۔ خاص طور پر اس کا اتار چڑھاؤ فیصلہ کن طور پر سونے، امریکی ڈالر، یا اسٹاک مارکیٹوں کے اتار چڑھاؤ سے زیادہ ہے (جس کی نمائندگی MSCI ورلڈ انڈیکس کرتا ہے)۔

"بٹ کوائن سونا Gold اور امریکی ڈالر US Dollar اور دیگر اثاثوں سے کسی طرح بھی مماثلت نہیں رکھتا۔ بٹ کوائن کا بہت زیادہ نفع دینا اور اتار چڑھاؤ سونے یا امریکی ڈالر کے مقابلے میں ایک انتہائی قیاس آرائی (سٹے بازی) پر مبنی اثاثہ سے مشابہت رکھتا ہے"[25]۔

ایک حالیہ سائنسی تحقیق میں ثابت کیا گیا ہے کہ اُن تمام بٹ کوائن میں سے جو کہ آجکل سرکولیشن میں ہیں ایک فیصد سے بھی کم یعنی 0.01 فیصد ایڈریس 2.58 اٹھاون اعشاریہ دو فیصد بٹ کوائن رکھتے ہیں[26]۔ لہذا بٹ کوائن بھی Pareto Distribution کی پیروی کرتا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی بھی ملک کے معاشی نظام میں ۲۰ فیصد لوگ ۸۰ فیصد دولت کو کنٹرول کرتے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مجموعی طور پر کرپٹو کرنسی اعداد وشمار کے مطابق اس سے بھی بری ہے۔ انہی محققین نے آٹھ مختلف کرپٹو کرنسیوں میں دولت کی تقسیم کا بھی تجزیہ کیا، یعنی ایک فیصد لوگوں (ایڈریس) کے پاس کُل کتنے مقدار کی کرپٹو کرنسی ملکیت میں ہیں۔

محققین نے "بٹ کوائن بیلنس کے حساب سے سب سے بڑا والٹ"، "صارف کی ٹرانزیکشن کی سرگرمیاں"، اور "مختلف اقسام کے بٹ کوائن استعمال کرنے والوں (مائنزر، ایکسچینج، ریٹیلر، وغیرہ) میں دولت کی تقسیم" پر ایک بہترین تکنیکی تحقیق کی ہے[27]۔ ایک اور تحقیق میں محققین نے ثابت کیا ہے کہ "بٹ کوائن کے ایک فیصد سے بھی کم صارفین ۹۵ فیصد سے زیادہ مارکیٹ والیم (حجم) میں حصہ ڈالتے ہیں"[28]۔

ایک سائنسی تحقیق بٹ کوائن کے استعمال اور اس کا دیگر اثاثوں سے مقابلے کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔ محققین کی تحقیق کا خلاصہ ہے کہ۔

"بٹ کوائن کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے روایتی اثاثہ جات کے ساتھ جیسے اسٹاک، بانڈز اور کموڈٹیز، چاہے وہ عام اوقات ہوں یا مالیاتی بحران کے دن ہوں۔ بٹ کوائن ٹرانزیکشن کے اعداد وشمار کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ بٹ کوائن بنیادی طور پر ایک قیاس آرائی (سٹے بازی) پر مبنی سرمایہ کاری کے طور پر استعمال ہوتے ہیں نہ کہ متبادل کرنسی اور بطور آلہ مبادلہ[29]"۔

مجموعی طور پر ان محققین نے بٹ کوائن کا موازنہ پانچ اثاثوں کی کلاسوں یعنی ایکویٹی (S&P500 اور S&P600)، قیمتی دھات (گولڈ اور سلور سپاٹ)، چھ مختلف کرنسی جوڑے (EUR/USD،

،(HUF/USD، USD/ CNY، GBP/USD، JPY/USD،AUD/USD

توانائی (WTI کروڈ آئل انڈیکس، HH نیچرل گیس انڈیکس)، اور بانڈ (بلومبرگ یو ایس کارپوریٹ بانڈ انڈیکس، بلومبرگ یو ایس ٹریژری بانڈ انڈیکس، بلومبرگ USD ہائی یلڈ کارپوریٹ بانڈ انڈیکس) سے کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بٹ کوائن تمام روایتی اثاثوں کی کلاسوں سے مختلف ہے۔

انہی محققین نے تحریر کیا ہے کہ تقریباً دو سے پانچ فیصد لوگوں نے بٹ کوائن کو چیزوں اور اشیاء کی خریداری کیلئے استعمال کیا جبکہ پچانوے فیصد لوگوں نے اس کو بطور سرمایہ کاری کے استعمال کیا۔اُن کے تحقیق کا خلاصہ یہ تھا۔

"ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ بہت کم ایسے صارفین ہیں جو بٹ کوائن کو خالصتاً بطور آلہ مبادلہ استعمال کرتے ہیں اور صارفین کی بہت بڑی تعداد بٹ کوائن کو سرمایہ کاری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔"

خلاصہ کلام

سائنسدان اور محققین کرپٹوکرنسی کی ماہیت کے بارے میں واضح سمجھ رکھتے ہیں۔اسی طریقے سے علمائے کرام کی اکثریت اور مستند دارالافتاء کا بہت ہی واضح موقف ہے کہ کرپٹوکرنسی کی اپنی ذاتی خرید وفروخت یا اس کے ذریعے سے دیگر اثاثہ جات کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔علمائے کرام کے مطابق یہ فرضی وتخیلاتی نمبر شرعی طور پر "مال" بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔اس مضمون میں ہم نے علمائے کرام کے موقف کو مزید تقویت دینے کیلئے سائنسی حوالہ جات فراہم کئے ہیں۔ وہ دن گئے جب کرپٹوکرنسی کے بارے میں تکنیکی تفصیلات چھپائی جاسکتی تھیں۔اب کوئی بھی کرپٹوکرنسی کی اصل ماہیت کو سمجھنے کے لیے اصل سائنسی ماخذ کو پڑھ سکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے جیسا کہ ہمارے معزز علمائے کرام پہنچے ہیں یعنی کرپٹوکرنسی محض "کھاتے (لیجر) میں فرضی نمبروں کے اندراج کی تجارت ہے" یا مزید واضح طور پر "مبیع کے بغیر ٹرانزیکشن کی خرید وفروخت" ہے۔

حواشی وحوالہ جات

A Technical Survey on:Bitcoin and Beyond", Scheuermann. Tschorsch and B.F [1]

.pp, 3.no, 18. vol,Tutorials in IEEE Communications Surveys",Decentralized Digital Currencies

.thirdquarter 2016,2123-2084

June, Virtual Currencies Key Definitions and Potential AML/CFT Risks,FATF REPORT[2]

.2014

/www.newscientist.com/definition/bitcoin//:https[3]

. vol, ACM Magazine for Students. XRDS crossroads What is bitcoin,Dominic Hobson[4]

.2013,Issue 1,20

Apr: Accessed. A Peer-to-Peer Electronic Cash System: Bitcoin,Satoshi Nakamoto[5]

bitcoin.org/bitcoin.pdf//: https:Available.[Online].2023

Current Opinion in, Sustainability of bitcoin and blockchains,Harald Vranken [6]

.2017, Volume 28,Environmental Sustainability

. vol,in Computer"On the High-Energy Consumption of Bitcoin Mining", Drusinsky.D [7]

. 2022.Jan,93- 88.pp, 1.no,55

Everything You", Das. Kougianos and G. E, Mohanty. P. S, Malik. N, Puthal.D [8]

in" and Problems, Processes, Components, Its Promise:Wanted to Know About the Blockchain

.July 2018,14- 6.pp, 4.no, 7. vol,IEEE Consumer Electronics Magazine

A Survey on Anonymity and Privacy in Bitcoin-Like", Levi. Kus Khalilov and A. C.M[9]

,2585- 2543.pp, 3.no, 20. vol,Tutorialsin IEEE Communications Surveys"Digital Cash Systems

.thirdquarter 2018

.(2015,(June 9 Evolving Forms of Money Back to the Future, Sunduzwayo,Madise[10]

orssrn.com/abstract=2622080 //: https:Available at SSRN

ssrn.2622080/2139.dx.doi.org/10//:http

A next generation smart contract and decentralized application", Buterin.V [11]

github.com/ethereum/wiki/wiki/White-Paper//: https:Available.[Online].2014××platform

. vol,in IT Professional"※※ Benefit or Curse:Bitcoin", Bojanova. Hurlburt and I. F.G[12]

.May-June 2014,15- 10.pp, 3.no,16

Characterizing Payments among Men:A Fistful of Bitcoins" ※※ Meiklejohn et al.S [13]

and was published in the Proceedings of the Internet Measurement"with No Names

.ACM, 2013,Conference

the digitalA digital signature is an electronic analogue of a written signature" [14]

."signature can be used to provide assurance that the claimed signatory signed the information

:Link . 03rd February 2023, Department of Commerce. U.S,NIST Digital Signature Standard

csrc.nist.gov/projects/digital-signatures//:https

※※Blockchain Technology Overview", Scarfone. and K, Roby. N, Mell. P, Yaga.D [15]

,National Institute of Standards and Technology ※((NISTIR NIST Interagency/Internal Report

. 2018, MD,Gaithersburg

draft.pdf-draft/documents/nistir8202/csrc.nist.gov/csrc/media/publications/nistir/8202//:https

31st:Accessed ."An Introduction to Islamic Finance",Mufti Muhammad Taqi Usmani[16]

.Jan 2024

Causes and Remedies of the Recent",Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani [17]

. 2014,Turath Publishing※※From An Islamic PerspectiveFinancial Crisis

03rd February, Department of Commerce. U.S,NIST Digital Signature Standard [18]

csrc.nist.gov/projects/digital-signatures//: https:Link.2023

Apr:Accessed ." A Peer-to-Peer Electronic Cash System:Bitcoin",Satoshi Nakamoto[19]

bitcoin.org/bitcoin.pdf//: https:Available.[Online].2023

,Communications of the ACM ※※Blockchain beyond bitcoin",Sarah Underwood [20]

.2016,17pp 15,Issue 11,Volume 59

Confirmed or Dropped", Menasché. S. Rossi and D. S, Marin. A, Malakhov.I [21]

in IEEE Transactions on Network "Reliability Analysis of Transactions in PoW Blockchains

. 2024, in Print,Science and Engineering

How Much do Cryptocurrencies Alter:Virtual Money" ※※ M, and RUBIO. E,GERBA[22]

Study for the Committee on Economic and Monetary※※the Fundamental Functions of Money

European, Scientific and Quality of Life Policies, Policy Department for Economic,Affairs

. 2019, Luxembourg,Parliament

www.eba.europa.eu/eu-financial-regulators-warn-consumers-risks-crypto-assets//:https[

Jan,Financial Review ※※Why crypto is gambling and not investing",Kevin Davis[24]

.2022

A gold and the US dollar,Bitcoin", and Konstantin Kuck, Tohmas Dimpfl, Baur.Dirk G[25]

.110-Pages 103,June 2018,Finance Research Letters Volume 25※※replication and extension

Characterizing Wealth Inequality", Andrew Le Gear, Jim Buckley,Ashish Rajendra Sai[26]

.2021- Volume 4,Frontiers in Blockchian※※in Cryptocurrencies

Bitcoin under the", Andrew Urquhart, Felix Irresberger,Hossein Jahanshahloo [27]

. 2023,The British Accounting Review※※microscope

Trading patterns in the",Arman Eshraghi Jing Chen, Hossein Jahanshahloo,Anqi Liu[28]

. 2023,The European Journal of Finance※※bitcoin market

Medium of:Bitcoin", Lee. Adrian D, KiHoon Hong, Baur.Dirk G[29]

,Journal of International Financial Markets ※※exchange or speculative assets

.2018, Volume 54,Institutions and Money

※※※

ماہِ ذی قعدہ کے فضائل واحکام

مفتی محمد وقاص رفیع

ماہِ ذی قعدہ اسلامی تقویم کے اعتبار سے گیارہواں مہینہ کہلاتا ہے۔ اس مہینے کی عظمت وفضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس میں عام طور پر دُنیا بھر سے حج جیسی عظیم الشان عبادت ادا کرنے کے لیے حجاج کرام حرمین شریفین کی طرف رخت سفر باندھ کر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ماہِ ذی قعدہ کو خصوصی شرف وفضیلت بخشی ہے اور اس کو اُن چار مہینوں میں شامل فرمایا ہے کہ جن کی عظمت و بزرگی اسلام سے پہلے بھی تھی اور اسلام کے بعد بھی ہے، اور وہ چار مہینے یہ ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ ان مہینوں کی عظمت و بزرگی اسلام سمیت دوسرے آسمانی مذاہب میں بھی تسلیم کی گئی ہے، یہاں تک کہ مشرکین مکہ بھی ان چار مہینوں کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے۔

اسلام کے آغاز تک ان چار مہینوں میں جہاں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت تسلیم کی جاتی تھی تو وہیں ان میں جہاد وقتال بھی ممنوع تھا، اور اسلام میں تو اب بھی ان مہینوں میں عبادت وطاعت کی فضیلت برقرار ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، مفہوم: ’’جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اُس وقت سے مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے یہاں بارہ ہے۔ ان میں سے چار مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) عظمت و بزرگی والے ہیں۔ یہی ہے سیدھا دین۔ لہٰذا ان مہینوں میں اپنے اوپر ظلم مت کرو۔‘‘ (سورۂ توبہ)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس دن سے اللہ تعالیٰ نے

زمین و آسمان کو پیدا کیا اُس دن سے لے کر آج تک زمانہ اُسی حالت پر گھوم پھر کر واپس آ گیا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی و زیادتی نہیں ہے جو زمانۂ جاہلیت میں مشرک کیا کرتے تھے، بل کہ اب وہ ٹھیک ہو کر اُسی طرز پر واپس آ گیا ہے جس طرز پر اپنی ابتدائی اصل صورت میں تھا) ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے۔ ان میں چار مہینے عزت وحرمت والے ہیں، جن میں تین مہینے تو مسلسل ہیں یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم، اور ایک مہینہ (جو اِن سے علیحدہ آتا ہے) وہ رجب کا ہے جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔'' (بخاری)

ایک مرتبہ رسولِ پاکؐ نے ایک صحابی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ''صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو! اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو۔ صحابیؓ نے عرض کیا: ''مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، لہٰذا میرے لیے مزید اضافہ فرما دیجیے'' آپؐ نے فرمایا: ''ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کرو'' صحابیؓ نے عرض کیا: ''میرے اندر اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے اس لیے مزید اضافہ فرما دیجیے'' آپؐ نے فرمایا: ''ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کرو'' صحابیؓ نے عرض کیا: ''میرے اندر اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے اس لیے میرے لیے مزید اضافہ فرما دیجیے'' آپؐ نے فرمایا: ''حرمت والے مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزہ رکھو اور چھوڑ و۔ اور آپؐ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرما کر ان کو ساتھ ملایا پھر چھوڑ دیا (مطلب یہ تھا کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھا کرو، پھر تین دن ناغہ کیا کرو) اور اسی طرح کرتے رہا کرو۔'' (ابوداؤد)

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''ماہِ رمضان کے بعد سب سے زیادہ جن مہینوں میں روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے وہ یہی چار مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) ہیں۔'' (روضۃ الطالبین)

قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو یہ واقعہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نئی شریعت اور کتاب دینے کے لیے کوہِ طور پر پہلے تیس راتوں کا اعتکاف کرنے کا حکم فرمایا اور پھر مزید دس راتوں کا اضافہ فرما کر کل چالیس راتیں مکمل ہونے پر اُن کو شریعت اور کتاب (تورات) عطا فرمائی۔ ان چالیس راتوں کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ چالیس راتیں ذوقعدہ کے پورے مہینے اور ذی الحجہ کے پہلے عشرے کی تھیں۔ چناں چہ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتکاف کی میعاد عیدالاضحیٰ کے دن پوری ہوئی تھی اور اسی دن آپؑ کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا تھا۔'' (تفسیر

ابن کثیر)

بعض ناخواندہ ذی قعدہ کے مہینے کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں، وہ شاید اس وجہ سے کہ یہ مہینہ اپنے سے پہلے اور بعد کے مہینوں کے برعکس عید الفطر و عید الاضحیٰ وغیرہ سے خالی ہوتا ہے، اور خالی کا مطلب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس مہینے میں کسی نیک عمل و طاعت کی بالکل ضرورت نہیں، یہ خیال بالکل غلط، فاسد اور سراسر لاعلمی پر مبنی ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

اسی طرح بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ چونکہ یہ خالی کا مہینہ ہوتا ہے اس لیے اس مہینے میں نکاح اور اورشادی وغیرہ بھی نہیں کی جاسکتی کہ کہیں وہ خیر و برکت سے خالی نہ رہ جائے، چناں چہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ ماہ شوال میں جلدی جلدی شادیاں کر کے فارغ ہوجاتے ہیں تاکہ کہیں ذی قعدہ کا مہینہ شروع نہ ہوجائے۔ حالاں کہ ماہِ ذی قعدہ سنہ 5 ہجری میں رسول اکرمؐ نے اُم المؤمنین حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تھا۔ (البدایہ والنہایہ) اسی طرح ماہِ ذی قعدہ سنہ 7 ہجری میں آپؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء) الغرض ماہِ ذی قعدہ میں نکاح وشادی وغیرہ عبادات کرنے کو خیر و برکت سے خالی سمجھنا زمانۂ جاہلیت کی باتیں اور توہمات پرستی ہے، جن کا شریعت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

❊❊❊

انتقال پر ملال

جامعہ دارالتقویٰ کے استاذ الحدیث و رکن شوریٰ حضرت مولانا عامر رشید صاحب کے بڑے بھائی جناب دلشاد احمد صاحب 24 اپریل بروز بدھ کو انتقال فرما گئے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ادارہ حضرت مولانا عامر رشید صاحب سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے، خطاؤں سے درگزر فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

گھرداری سیکھنا کیوں ضروری ہے

(قسط نمبر 8)

مفتی منیر احمد صاحب استاذ الحدیث
جامع معہد العلوم الاسلامیہ کراچی

"کامیاب گھرداری" مولانا مفتی منیر احمد استاذ الحدیث جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ و فاضل جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی عمدہ تصنیف ہے۔اس کتاب میں مولانا نے امور خانہ داری کو سلیقے اور نظم کے ساتھ انجام دینے کے اصول نہایت عمدگی سے بیان کیے ہیں۔اس کتاب کا مطالعہ ہر خاتون خانہ کے لیے بہت ضروری ہے۔ادارے نے عمومی استفادے کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ کتاب کو سلسلہ وار شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کی پانچویں قسط شائع کی جارہی ہے۔ ادارہ

ساتواں اصول: صفائی ستھرائی پاکی ناپاکی کا خیال رکھنا

پیر ذوالفقار صاحب ازدواجی زندگی کے رہنما اصول بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گھر کو صاف ستھرا رکھیئے۔ کچھ عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ طبیعت میں سستی ہوتی ہے، ہر وقت پھیلاؤ ڈال دیتی ہیں۔گھر کے اندر پھیلاؤ کا ہونا چیزوں کا بے ترتیب پڑا ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔حدیث پاک میں آیا ہے:

ان اللہ جمیل و یحب الجمال

"اللہ تعالیٰ خود بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے"۔

تو جب نبی علیہ السلام نے گواہی دے دی کہ اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ گھر کی بکھری پڑی چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتیں۔لہذا عورت اس نیت سے اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھیئے کہ میرے مالک کو یہ گھر اچھا لگے گا۔میری محنت قبول ہو جائے گی۔جب آپ گھر میں بیٹھی جھاڑ دیا

وائپر چلا رہی ہوں تو یوں سمجھئے کہ گھر ہی صاف نہیں ہو رہا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کے گھر کو بھی صاف فرما رہے ہیں تو گھر کا جھاڑو دینا یوں سمجھئے کہ میں بیٹھی اپنے دل کی ظلمت پر جھاڑو دے رہی ہوں۔ گھر کو صاف ستھرا رکھیئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور پاکیزہ رہنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں۔ اس لئے ہر چیز کا صاف ستھرا ہونا، پاکیزہ ہونا اور گھر کی ہر چیز کا سیٹ ہونا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے۔

چیزوں کو ترتیب سے رکھئے اپنے گھر کو سیٹ کر کے رکھیں۔ سیٹ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس میں آپ کرسٹل سجائیں گی اور اس میں آپ سینکڑوں ڈالر کی چیزیں لا کر رکھیں گی۔ یہ سیٹ کرنا نہیں بلکہ جتنے وسائل ہوں جیسے بھی ہوں مگر چیز کے اندر صفائی ہو اور سلیقہ مندی ہو۔ صفائی کے لئے کوئی ڈالروں کی ضرورت نہیں بلکہ انسان نے اپنے کپڑے تو دھونے ہی ہوتے ہیں تو ذرا صاف ستھرے کپڑے رکھنے کی عادت رکھ لے۔ تو صفائی اور سلیقہ کا ہونا یہ گھر کے خوبصورت ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ ایسا چپس کا بنا ہوا ہو، ایسے پتھر ہوں کہ باہر کے ملک سے آئے ہوئے ہوں تب جا کر گھر خوبصورت ہوتا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

صفائی ستھرائی میں کام چوری، کاہلی پاکی ناپاکی کا خیال نہ کرنا اچھی چیز نہیں یہ نہیں کہ بستر کا سامان اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا یا مونگ پھلی کھائی تو چھلکے بیڈ کے نیچے ڈال دیئے بچاری ماسیوں کا صفائی کرتے کرتے ہی برا حال ہو جائے کتابوں پر چائے کی پیالیوں کے نشانات نظر آرہے ہوں، کپڑے الماری سے باہر جھانک رہے ہوں ماسی نہیں آئی تو برتن بھی نہیں دھلے یا پڑے سڑ رہے ہوں پھر اپنی کاہلی کو دور کرنے کی بجائے ماسی پر غصہ نکالا جا رہا ہو، انڈے اور گوشت دھوئے بغیر پکانے شروع کر دیئے، گیلے پونچھے کے ہاتھ دھوئے بغیر پاک چیزوں کو لگانا شروع کر دیے چھوٹے بچوں کے ناپاک کپڑے دھوئے کر بغیر پاک کیے بڑوں کے کپڑوں میں رکھ دیئے، برتن میں بچا ہوا کھانا یا اس کے ذرات سنک میں ڈال دیئے، یہی اشیاء پھر نالیوں میں جمع ہو کر کاکروچ کی افزائش کا سبب بن جاتی ہیں، جو خواتین کیلئے سنگین مسئلہ بن جاتا ہے۔ پھر بار بار صفائی کرنے کے باوجود ان کی تازہ دم فوج برآمد ہو کر آپ کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔ بچا ہوا کھانا ہمیشہ ایسی جگہ ڈالیں جہاں پرندے یا جانور انہیں کھا لیں، آپ کے گھر سے اگر اللہ کی مخلوق بھی رزق میں حصہ لے لے تو آپ کو ان بے زبانوں کی دعائیں اور خیر و برکت ملے گی۔ گھر میں ایسی جگہ نہ ہو تو گھر کے

باہر ایسی جگہ مخصوص کر دیں۔ اپنے گھر کی دیوار کے ساتھ اگر درخت ہو تو ایسی جگہ پرندوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ روٹی کے ٹکڑے، بوٹیاں ہڈیاں، چاول جو کچھ بچا ہو۔ پرندوں کی چہچہاہٹ اور کوؤں کی کائیں کائیں میں سب ختم ہو جاتا ہے۔ اگر یہی کھانا ڈسٹ بن میں ڈالا جائے تو سڑ کر بدبو پیدا کرے گا اور کیڑے مکوڑے اور گندگی کا سبب بنے گا، ڈسٹ بن کی صفائی کا بھی خیال رکھیں یا تو اس پر شاپر لگائیں یا پھر اس پر پانی ڈال کر جھاڑو سے صاف کر کے الٹا کر کے رکھیں تا کہ خشک ہو جائے یاد رکھیں کہ عورت کا سلیقہ گھر کی ہر ہر چیز میں نظر آنا چاہیے۔ صاف ستھرے کچن کو دیکھ کر ہی عورت کے سگھڑ پن اور صفائی و نفاست کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ پہلے جب خواتین کسی لڑکی کو دیکھنے جاتی تو بہانے بہانے سے کچن پر ضرور نظر ڈالتیں کسی بہانے سے واش روم کا بھی جائزہ لیا جاتا کہیں بھی بے ترتیبی، بدنظمی، بدسلیقی، نفاست پسندوں کے مزاج پر گراں گزرتی ۔آج کل امریکن کچن کے چلن نے اس معاملے میں خواتین کو بے بس کر دیا ہے۔ اب سجے سجائے کارپینٹر کی کاریگری کے شاہکار کچن کو دیکھ کر ظاہری صفائی تو نظر آ جاتی ہے مگر اندر کا حال جاننے کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیبنٹ کی اندرونی حالت بعض اوقات بڑی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اکثر خواتین یہ سوچ کر کہ باہر تو صاف ہے، اندر کی صفائی کا زیادہ اہتمام نہیں کرتیں۔ مہینے میں ایک بار جب ماہانہ راشن رکھنا ہو تو مکمل صفائی کر کے نیم کے پتے وغیرہ ضرور رکھ دیا کریں۔ کیڑے مار دوا اگر ڈالیں تو ایسی کہ جو بے ضرر ہو۔ احتیاطاً ڈالنے کے کافی دیر بعد تک اشیائے خورد و نوش وہاں نہ رکھیں۔

کھانے پینے کی اشیاء صفائی ستھرائی کا بہت خیال کریں بازار سے خریدے گئے پھل اور سبزیوں کو بغیر دھوئے کبھی استعمال نہ کریں۔ سادہ گرم پانی میسر آ جائے تو اس سے اچھی طرح دھونا بہت کافی ہوگا۔ خاص طور پر پالک اور اس جیسے دوسرے پتوں والی سبزیوں کو دھوتے وقت خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ ان میں بے شمار دراڑیں اور شگافیں موجود ہوتی ہیں جہاں "ای کولائی" نامی خطرناک جراثیم پوشیدہ ہو سکتے ہیں۔ پلاسٹک کے اس تختے پر سبزیاں نہ کاٹیں، جہاں کچھ دیر پہلے آپ نے قیمہ بنایا تھا یا گوشت کاٹا تھا۔ تختے کو ہر بار استعمال کرنے سے پہلے اچھی طرح دھولیں ۔ ریفریجریٹر میں کچھ پھل اور سبزیاں ہمیشہ تیار شدہ غذاؤں سے مکمل طور پر الگ اور دور رکھیں، ان کی یک جائی جراثیم کو ایک دوسرے میں منتقل کر سکتی ہے۔

بچا کچا کھانا ریفریجریٹر میں حفاظت کے ساتھ مناسب طریقے سے محفوظ کریں۔ کٹے پھٹے یا خراش والے پھل اور سبزیاں بالخصوص ٹماٹر کو فریج میں رکھنے سے گریز کریں۔ کھانا پکانے کے تمام برتن بشمول

کٹنگ بورڈ، چمچ وغیرہ استعمال کے بعد صابن اور گرم پانی سے اچھی طرح روزانہ کی بنیاد پر دھوئے جائیں۔ بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد صابن سے ہاتھ دھونا انتہائی ضروری سمجھیں، اسی طرح کھانے سے پہلے صابن سے ہاتھ دھونا جراثیم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر بلدیہ کی جانب سے فراہم کردہ پینے کا پانی استعمال کرنا ہو تو اس بات کو یقینی بنا لیا جائے کہ یہ پانی کلورین اور دیگر جراثیم کش محلول سے محفوظ بنا دیا گیا ہے۔

بچوں کو بھی صاف ستھرا پاک صاف رکھنا چاہئے ایک خاتون نے ایک رسالے میں اپنا یہ معمول لکھا کہ جب میرا بیٹا پیدا ہوا تو پہلے دن سے ہی ایک احساس ہوا کہ اس کو گندگی میں کیوں رہنے دوں۔ وہیں سے ڈھونڈنا شروع کیا کہ کیا متبادل ہوسکتا ہے، EC یعنی elimination communication سامنے آئی۔ نام نیا ہے لیکن کام پرانا چاہیں تو سرچ کیجیے، لیکن سمجھنا بہت آسان ہے۔ یہ وہی کام ہے جو ہماری دادی نانی کرتی رہی ہیں کہ چھوٹے بچوں کو وقفے وقفے سے خصوصاً جب وہ پیٹ بھر کے دودھ پی لیں تو اسے باتھ روم میں لے جائیں اور فلیش پر یا پوٹ میں منہ سے آواز نکال کر پیشاب پوٹی کروائیں۔ بہت جلد بچے تربیت لے لیتے ہیں اور جلد ہی فارغ ہوجاتے ہیں۔ میں اپنے ایک ہفتہ کے بیٹے کو باتھ روم لے کر جاتی تھی، اس سے اس کی ایسی عادت پختہ ہوگئی کہ شاید کچھ بہنوں کو یقین نہ آئے کہ محض چار ماہ کا بچہ ایک نیند سے دوسری نیند تک بغیر ڈائپر کے، بغیر بستر گیلا کیے آرام سے سوتا رہتا تھا۔ ریسرچ کے دوران یہ بھی پتا چلا کہ ایک ڈائپر ماحول کو لمبے عرصے تک آلودہ رکھتا ہے۔

گویا دو سال تک جب ہم بچوں کو ڈائپر میں رکھتے ہیں تو ہزاروں ڈائپر تو صرف ہم ہی پھینک دیتے ہیں۔ براہ کرم ماحول پر اتنا بوجھ نہ بنیں۔ کپڑے کا ڈائپر پہنائیں اور جلد سے جلد بچے کو اس سے بھی آزاد کر دیں۔ بچوں کو یہ بات بھی بتائی جائے کہ حاجت سے فارغ ہو کر ایک دفعہ چیک کر لیتے ہیں، کہیں کوئی گندگی تو نہیں پانی سے ایک لوٹا بھر کر سائیڈوں پر اچھی طرح بہا دو تاکہ صفائی کرنے والے کیلئے آسانی ہو اور بعد میں استعمال کرنے والے کو کراہت نہ ہو۔ شیر خوار بچوں کا پیشاب بھی ناپاک ہوتا ہے بعض خواتین اگر بچہ پیشاب کر دے تو کپڑے تو بدلا دیتی ہیں لیکن بچے کے ہاتھ دھلانے کا اہتمام نہیں کرتیں پھر وہ ناپاک ہاتھوں سے کچھ کھا لے یا ویسے ہی منہ میں ڈال لے تو ناپاکی اندر چلی جاتی ہے۔ بچے کو صاف رکھنے کے ساتھ پاک بھی رکھنا چاہیے، جتنا بچے کو پاک صاف رکھا جائے گا اتنا ہی بچہ بیماریوں اور شیطانی اثرات سے

محفوظ رہے گا اور نیک فطرت بنے گا۔ شیطانی اثرات یعنی آسیب وغیرہ کا شکار اکثر خواتین ہوتی ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ بچوں اور دیگر عوارض کی وجہ سے خواتین کا ناپاکی سے واسطہ زیادہ پڑتا ہے اور اکثر عورتیں پاکیزگی کا خیال نہیں رکھتیں اس لئے ان پر اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اکثر بچوں کا بلاوجہ رونا کئی کئی گھنٹے تک چیختے چلے جانا، سوتے میں ڈر جانا یہ بھی پاکی کا خیال نہ رکھنے اور اس کی وجہ سے اثرات کا شکار ہونے سے ہوتا ہے۔

اگر اللہ نے وسعت دی ہے تو ماسیوں سے کام ضرور کروائیں لیکن خود بھی لگیں اگر آپ کے گھر ماسی برتن دھوتی ہیں تو کم از کم مہینے میں ایک بار وم پاؤڈر اور تھوڑا بلیچ پاؤڈر ڈال کر برتن خود صاف کریں۔ برتن چمک جائیں گے، کیونکہ ماسی اتنی محنت سے برتن عموماً نہیں دھوتیں۔ چائے کے کپ کے کنڈے کی جگہ چاروں طرف سے اچھی طرح صاف کیجئے۔ پیندہ کو بھی صاف کیجئے۔ چمچ کو آگے پیچھے اور پکڑنے کی جگہ سب بلیچ پاؤڈر سے رگڑ کر صاف کیجئے۔ بعض گھروں میں چائے کے کپ اور چمچ دیکھ کر کچھ کھانے کو دل نہیں کرتا۔ مضر اثرات والے مہنگے کیمیکلز کے بغیر بھی صفائی کی جاسکتی ہے ذیل میں اس کے کچھ طریقے ذکر کیے جا رہے ہیں۔

ایک خاتون اپنی آپ بیتی سناتی ہیں کہ ایک وقت تھا کہ میری کچن کیبنٹ میں کلینزز کی ایک لمبی لائن ہوتی تھی۔ ونڈو کلینزز، فرنیچر کلینزر، فلور کلینزر، باتھ روم کلینزر، فیبرک سوفٹنر، اوون کلینزر۔۔۔ اور بہت سے اور لیکن احمد کی پیدائش کے بعد ایک ایک کر کے سب سے جان چھوٹ گئی۔ ایک تو رنگ رنگ کے کیمیکلز سانس کے ذریعہ اندر نہیں جاتے اور پھر خرچے کی بچت الگ۔ بیک ٹو نیچر (Back to Nature) سیریز میں آج یہی بات ہوگی کہ صاف ستھرا گھر کیمیکلز کے بغیر کس طرح ممکن بنائیں۔ ہر ترکیب میں بازار سے ملنے والا عام سرکہ اور میٹھا سوڈا استعمال کریں۔

1) کلینزر:

(لکڑی کا فرنیچر، کچن کاؤنٹر، فرنیچر، باتھ رومز، شیشے، فرش، لیپ ٹاپ، ٹیبلٹ کی اسکرین کے لئے)

ایک اسپرے والی بوتل میں آدھا پانی، آدھا سرکہ اور چند قطرے ڈش سوپ کے ملا لیں۔ اب مکس کر کے رکھ لیں۔ بس اتنا سا کام سرکہ جراثیم کش ہوتا ہے۔ میں پانچ لیٹر والی سرکہ کی بوتل لا کر اس میں لیموں یا کینو کے چھلکے ڈال کے رکھ دیتی ہوں۔ اس سے اس کے اند پیاری سی خوشبو بھی آنے لگتی ہے۔ اگر آپ ایسا نہیں کرنا

چاہتے تو بھی فکر کی بات نہیں کیوں کہ سرکہ بذات خود کسی بھی بو کو ختم کرتا ہے۔آپ کے گھر سے سرکہ کہ کوئی بو نہیں آئے گی ۔اسکرین صاف کرنے کے لئے اسکرین کی بجائے کپڑے پر اسپرے چھڑکیں اور نرمی سے اسکرین صاف کریں۔کھڑکیوں پر اسپرے کر کے چھوٹے وائپر سے صاف کرلیں۔

2) فیبرک سوفٹنر:

چوں کہ سرکہ ہر طرح کی بو کا خاتمہ کرتا ہے تو کپڑے دھوتے وقت آخری پانی میں سرکہ استعمال کرلیں ۔اس سے ڈٹرجنٹ پوری طرح کپڑوں سے نکل جاتا ہے اور کپڑے بہت نرم ہوتے ہیں،ساتھ ہی ڈٹرجنٹ کی تیز خوشبو بھی ختم ہو جاتی ہے۔

3) اوون کلینز:

مائیکرو ویو اوون صاف کرنے کے لئے ایک کھلے برتن مین گرم پانی اور کچھ درکہ (لیموں کے ٹکڑے، رس) ملا کر اندر رکھیں ۔اور 2،3 منٹ کے لئے اوون چلا دیں۔ بند ہونے کے بعد بھی کچھ دیر اوون کو بند رہنے دیں۔سرکے والی بھاپ اندر اپنا کام کردے گی/ آپ کو بس ایک جاذب کپڑا لیکر اس کو خشک کرلینا ہے۔اسی طرح گیس اوون کا بھی حال برا ہو جاتا ہے۔رات کو اوون کے فرش پر سوڈا ڈال کر پوری تہ بنالیں ۔پانی تھوڑا تھوڑا ڈالیں اور لیپ سا کرلیں ۔رات بھر رہنے دیں۔صبح بس صاف کرلیں نہ رگڑنا پڑے گا نہ تیز بو والے کلینز سونگھنا پڑیں گے۔

4) فرنیچر کی پالش:

لکڑی کا فرنیچر چمکانے اور پانی کے داغ مٹانے کے لئے سرکہ اور زیتون کا تیل ایک جتنا لیں کسی چھوٹے سے ڈھکن والی بوتل میں ڈال کر اتنا ہلائیں کہ یک جان ہو جائے اور پھر فرنیچر صاف کرلیں۔ساتھ دوسرے صاف کپڑے سے چمکاتے جائیں۔ پالش کا بنیادی اصول یاد رکھیں: کم پالش زیادہ مالش۔

5) کچن سنک:

ہفتے دس دن میں ایک بار سوڈا چھڑک کر اس پر سرکہ ڈالیں اور کچھ دیر رہنے دیں۔ اسی سوڈے اور سرکہ میں برتن دھونے والا کپڑا، اسکاچ برائیٹ بھی بھگو دیں۔ کچھ دیر بعد کھولتا ہوا پانی ڈالیں۔اس سے کچن سنک بھی چمک جائے گا اور پائپ میں جما تیل وغیرہ بھی صاف ہو جائے گا۔

6) کارپٹ/ میٹریس کی صفائی:

کچھ عرصے کے بعد کارپٹ پر سوڈا چھڑک دیا کریں اور ویکیوم کلینز سے صاف کرلیں، اندر تک بہترین صفائی ہو جائے گی۔ کچھ عرصے پہلے احمد نے انگیٹھی سے کوئلہ لیکر ہمارے نئے صوفے پر لگادیا۔ میں نے نشان کو چھوئے بغیر اس پر نرم ہاتھوں سے کافی سارا سوڈا ڈال قریبا آدھا گھنٹہ چھوڑ دیا، اس کے بعد ویکیوم سے صاف کرلیا۔ وہ نشان وہاں سے بالکل غائب تھا۔ کارپٹ کی طرح میٹریس پر بھی کچھ عرصے کے بعد یونہی ڈھیر سارا سوڈا ڈال کر کچھ وقت کے لئے رکھ دیں اور پھر ویکیوم سے صاف کرلیں۔

7) واشنگ مشین:

ہر کچھ ماہ کے بعد دو کپ سوڈا اور ایک کپ سرکہ مشین میں ڈال کے کھولتے پانی سے صاف کرلیں۔
فریج، تولیوں اور بیڈ شیٹس والی الماری میں سوڈا رکھ دیں تاکہ ناگوار بو نہ آئے۔
سب سے اہم ٹپ : اگر آپ سے کھانا جل جائے تو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ برتن خالی کرلیں اور اس میں زیادہ سوڈا ڈال کر تھوڑا سا پانی ملا کر کچھ دیر ہلکی آنچ پر پکنے دیں اب یونہی رکھا رہنے دیں جب تک وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اس کے بعد آرام سے صاف کرلیں۔ بغیر کسی محنت کے برتن آرام سے صاف ہو جائے گا۔ اتنی دیر چولہے پر پتیلی میں پانی ڈالکر اس میں سرکہ اور اگر لیموں یا کینو کے چھلکے موجود ہوں وہ بھی ڈالیں اور پکنے دیں۔ کچن سے ساری بو ختم ہو جائے گی اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔ دعوت ہو تو بھی کھانا پکانے کے بعد ایک بڑی پتلی میں پانی ڈال کر اس میں لیموں/ کینو کے ٹکڑے، دارچینی کی ایک اسٹک، تھوڑا سا ونیلا ایسنس ڈال کر رکھ دیں اس سے بھی گھر میں پیاری سی خوشبو آنے لگتی ہے۔ پاکستان میں تو اس کی شاید اتنی ضرورت نہیں، لیکن یہاں یورپ وغیرہ میں گھر نسبتاً چھوٹے ہوتے ہیں، اور پھر دروازے نہ ہونے کی وجہ سے ہر جگہ کھانے کی خوشبو رچ جاتی ہے۔

حشرات اور کیڑے مکوڑوں سے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے چند گھریلو آزمودہ نسخے استعمال کرسکتی ہیں۔ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہاں لال بیگوں اور مچھروں کا مسئلہ موجود نہ ہو۔ اسی وجہ سے گھریلو اشیائے صرف میں کیڑے مار دوائیں ہر وقت شامل رہتی ہیں لیکن اس مقصد کے لئے ایک دوا آپ گھر پر خود بھی بنا سکتے ہیں جو دو سیکنڈ میں کسی بھی لال بیگ یا مچھر کو ہلاک کرسکتی ہے۔

دوا تیار کرنے کے لئے آدھا کپ سبزی جاتی تیل (ویجیٹیبل آئل)، آدھا کپ سرکہ اور آدھا کپ شیمپو اچھی طرح سے آپس میں ملا لیجئے۔ بس آپ کی دوا تیار ہے۔ جب بھی دوا استعمال کرنی ہو تو پہلے بوتل کو اچھی طرح ہلا کر اس کے تمام اجزا ایک بار پھر آپس میں یکجان کر لیں۔ اس کا چھڑکاؤ ان تمام جگہوں پر کریں جہاں لال بیگوں اور مچھروں کی تعداد زیادہ ہو۔ جونہی یہ گھریلو جادوئی اسپرے ان پر پڑے گا، وہ اس طرح سے مرنے لگیں گے جیسے آپ نے کوئی خطرناک جراثیم کش دوا ان پر چھڑک دی ہو۔ ہفتہ میں ایک سے دو مرتبہ اس دوا کے استعمال سے آپ کے گھر میں مچھروں اور لال بیگوں کی تعداد نمایاں طور پر کم ہو جائے گی۔ یوں مہنگی دوا خرچ ہونے والی رقم کی بچت بھی اور خطرناک کیمیکلز کے نقصانات سے حفاظت بھی۔

کھٹملوں کا صفایا:

گھر کی مسہریوں، چارپائیوں، صوفوں، کرسیوں اور میزوں کی درازوں تک میں کھٹملوں کا ہو جانا صدیوں پرانا مسئلہ ہے جسے حل کرنے کے لئے ہر زمانے میں طرح طرح کے جتن کئے جاتے رہے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر شاید حیرت ہو کہ بازار میں کھٹمل مارنے والی مہنگی دواؤں کے علاوہ ایسے تعویذ بھی فروخت ہو رہے ہیں جنہیں بیچنے والوں کا دعوی ہے کہ انہیں گھر میں رکھتے ہی کھٹمل گھر سے فرار ہو جاتے ہیں۔ البتہ کھٹملوں کو مارنے والی ایک دوا ایسی بھی ہے جسے آپ گھر میں موجود چیزوں کی مدد سے تیار کر سکتے ہیں اور یوں اسے تقریباً مفت ہی سمجھنا چاہیے۔ اسے تیار کرنے کے لئے آپ کو یہ چیزیں درکار ہوں گی:

کھانے کے دو چمچ کپڑے دھونے کا پاؤڈر، کھانے کے دو چمچ جراثیم کش محلول (ڈس انفیکٹینٹ) مثلاً ڈیٹول وغیرہ 500 ملی لیٹر (دو گلاس) پینے کا صاف پانی۔

ان تمام چیزوں کو اسپرے گن والی بوتل میں ڈال کر خوب اچھی طرح ہلا کر محلول تیار کر کے کھٹملوں پر چھڑک دیں جس کے بعد کھٹمل صرف تین سیکنڈ میں مر جائیں گے۔ اگر گھر میں کھٹملوں کی تعداد زیادہ ہو تو اس دوا کو تب تک استعمال کرتے رہے جب تک کھٹمل مکمل طور پر ختم نہ ہو جائیں۔ کھٹمل مارنے کا یہ طریقہ نہایت آسان، محفوظ، کم خرچ اور بدبو سے پاک بھی ہے جس پر مہینے میں ایک سے دو بار عمل کرتے رہیں گے تو آپ کے گھر سے کھٹملوں کا صفایا ہو جائے گا۔ البتہ کھٹمل کیونکہ سخت جان ہیں اور بار بار اپنی آبادی بڑھاتے رہتے ہیں اس لئے ممکنہ طور پر آپ کو سال میں کم سے کم ایک مرتبہ اس کھٹمل مار گھریلو محلول کو ضرور

استعمال کرنا پڑسکتا ہے۔

صفائی ستھرائی کو خوب اہتمام کریں لیکن صفائی کا بھوت بھی نہیں ہوجانا چاہیے کہ ایک چیخ و پکار گھر میں شروع کر دی جائے، ابھی پونچھا لگایا تھا سارا خراب کر دیا، یہ چیز وہاں کیوں رکھ دی، وہ چیز ایسے کیوں رکھ دی ہر چند دن کے بعد جناب آج مجھے بستروں کو دھوپ لگوانی ہے آج کارپٹ ہٹا کر صاف کرنے ہیں، پردے بھی دھونے ہیں، چیزوں ہی کو چمکانے میں اتنا غلو کرنا کہ رشتوں کی چمک ماند پڑنے لگ جائے چیزیں صاف ہوتی چلی جائیں دل غبار آلودہ ہوجائیں، بہن بھائیوں مہمانوں رشتہ داروں بچوں کا آنا بوجھ محسوس ہونے لگے، گھرداری بس صرف گھر کی صفائی میں نہیں رشتوں کو نبھانا بھی ہے۔

سمٹا ہوا گھر بکھرا ہوا گھر:

رمضان سے پہلے اپنے برتنوں کو چیک کریں۔ گھر کے تمام سامان پر نظر ڈالیں۔ پرانی یا اضافی چیزیں صدقہ کر کے نئی لے سکتی ہیں تو یہ موقع بہت اچھا ہوتا ہے۔ ٹرے کڑاہی فرائی پین جو چیز بھی تبدیل کرنی ہو، رمضان سے پہلے کریں اور پرانی چیزوں کو صدقہ کر دیں۔ ہماری پرانی چیزیں بھی کسی غریب کے کام آجائیں گی۔ بعض لوگوں کے گھر کپڑوں اور جوتوں کے انبار پڑے رہتے ہیں جو کبھی استعمال نہیں ہوتے۔ یہ بہت غلط عادت ہے۔ گھر میں سامان ضرورت کا ہو اور صاف ستھرا ہو، جب نیا بنائیں پرانا صدقہ کریں تاکہ صفائی وغیرہ آسانی سے ہوسکے۔ ایک اہم بات جو سب کو بڑی پریشانی سے بچاتی ہے، وہ یہ ہے کہ گھر میں چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی جگہ بنایئے اور ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنے کی عادت کا خود اور بچوں کو پابند بنائے۔ اس سے گھر ہر وقت سمٹا ہوا صاف نظر آئے گا۔

***

آپ کے مسائل کا حل

دار الافتاء والتحقیق

عورتوں کے لیے مسواک کا حکم

سوال: وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہے۔ آیا یہ سنت صرف مردوں کیلئے ہے یا مستورات کیلئے بھی ہے؟

جواب:

مسواک عورت کیلئے بھی سنت ہے۔

علاماتِ بلوغ کیا ہیں

سوال: لڑکا اور لڑکی میں علاماتِ بلوغ کیا ہیں؟ نیز اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو آجکل کے زمانے میں (لڑکا، لڑکی) کس عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ بحوالہ تحریر فرمائیں۔

جواب

1۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسے انزال ہو جائے (خواہ سوئے ہوئے یا بیداری میں) اور لڑکی کے بالغ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسے حیض (ماہواری) شروع ہو جائے۔

2۔ اگر لڑکے اور لڑکی میں علامات بلوغ نہ پائی جائیں تو دونوں پر پندرہ سال مکمل ہونے پر بلوغ کا حکم لگا یا جائے گا۔

تقسیم میراث کی ایک صورت/ زندگی میں ہدیہ وہبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: میری والدہ فوت ہوگئیں ہیں، ہم چار بھائی اور ایک بہن ہیں جو کہ الگ الگ گھر میں رہتے ہیں۔ سب سے چھوٹے بیٹے کے ساتھ والدہ رہتی تھیں، والدہ نے اپنی مرضی اور خوشی سے چھوٹے بیٹے کے نام ایک پراپرٹی (دکان) رجسٹر کردی اور دوسرے بیٹے کو کچھ رقم نقد دی اور تیسرے بیٹے کو بھی کچھ رقم نقد دی اور چوتھے بیٹے کو کچھ نہیں دیا، بیٹی کو ایک پراپرٹی (دکان) دینے کا کہہ دیا زبانی۔ والدہ کی کچھ نقدرقم امانت کے طور پر موجود ہے۔

برائے مہربانی فرما کر قرآن وسنت کے مطابق آگاہ کریں

وضاحت مطلوب ہے:

1۔ پراپرٹی رجسٹر کرنے کے علاوہ زبان سے بھی ہدیہ کرنے کی بابت کوئی صراحت کی ہے یا نہیں؟

2۔ بیٹی کے لئے کیا الفاظ استعمال کیے تھے؟

3۔ نقد رقم کتنی ہے؟

4۔ آپ کے بہن بھائیوں کے معاشی حالات کیسے ہیں؟

5۔ جو بھائی کہتا ہے کہ سب اکٹھا کریں اس کا موقف کیا ہے؟

6۔ یہ وراثت کس کی ہے؟ والد کی یا والدہ کی ذاتی ہے؟ اگر والدہ کی ہے تو ان کے پاس کہاں سے آئی؟

7۔ بیٹی کا موقف کیا ہے؟

جواب وضاحت:

(1) الفاظ یہ تھے ''آپ کی ملکیت ہے، آپ کو دے دی ہے''

(2) بیٹی کو دی نہیں تھی کہا تھا کہ دینی ہے۔

(3) نقد رقم 80 لاکھ ہے۔

(4) الحمد للہ سب کے معاشی حالات اچھے ہیں سب کا اپنا مکان، کاروبار اور سواری ہے۔ لیکن ایک بھائی جو بیرون ملک ہوتے ہیں ان کے حالات ہم سے کچھ زیادہ بہتر ہیں۔

(5) وہ کہتا ہے کہ ہمیں بھی دکان سے حصہ ملنا چاہیے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ یہ جگہ والدہ کی تھی اور جس طرح

وہ آپ کی والدہ تھیں اسی طرح ہماری بھی تھیں۔

(6) یہ ترکہ والدہ کا ذاتی ہے، والدہ بچپن میں پیسے جمع کرتی رہیں پھر ان پیسوں سے تھوڑی سی جگہ لی پھر اس کو خریدتی، بیچتی رہیں۔

(7) بیٹی کہتی ہے اگر دکان مجھے دیں گے تو میں لے لوں گی اگر نہیں دیں گے تو آپ کی مرضی۔

جواب:

مذکورہ صورت میں والدہ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کو جو رقم دیدی وہ والدہ کی طرف سے ہدیہ سمجھی جائے گی اور دکان جس بیٹے کے نام کی، دکان اسی بیٹے کی ہوگی، البتہ امانت کی رقم یعنی 80 لاکھ اور وہ دکان جو بیٹی کو دینے کا کہا تھا اور عملاً دی نہیں، وہ وراثت بن جائے گی اور وراثت کے شرعی اصولوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم ہوگی، البتہ وہ دکان جو بیٹی کو دینے کو کہا تھا وہ وارث کے لیے وصیت کی صورت ہے جو عملاً نافذ نہیں ہوتی لیکن اگر باقی ورثاء خوشی سے ہمشیرہ کو وہ دکان دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ وراثت کی تقسیم کی صورت یہ ہے کہ کل ترکہ کے نو حصے کر کے ہر بیٹے کو دو، دو اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔

کمبائن سسٹم فیملی میں کمائی کا حکم اور میراث کا حکم

سوال: ہم چار بھائی ہیں اور اکٹھے رہتے ہیں۔ ہمارے والد صاحب فوت ہو گئے اور ایک عدد کرین گاڑی چھوڑ گئے، ایک بھائی اس کرین کو خود چلا کر مزدوری کرتا ہے، وہ سارے گھر کا خرچہ اٹھا رہا ہے جبکہ تین بھائی کوئی کام نہیں کرتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ بھائی اور بھائیوں سے چھپ کر ایک سو دینار بطور تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ کرین ڈرائیور کی تنخواہ تین سو دینار ہے، بتانے پر بھی نہیں مانتے۔

وضاحت مطلوب ہے:

۱۔ باقی تین بھائیوں کے کام نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ آیا وہ کوئی کام نہیں کرتے؟

۲۔ اس مزدور بھائی کے بیوی بچے ہیں؟ اگر ہیں تو کہاں ہیں پاکستان میں قطر میں؟

۳۔ اس کی معاشرتی ذمہ داریاں کون سنبھال رہا ہے؟ مطلب سسرال وغیرہ میں خوشی غمی میں شریک ہونا

جواب وضاحت:

ایک بھائی دبئی میں ہے اور کام کرتا ہے اور اس کے جانے کا خرچہ اسی نے کیا ہے، ایک بھائی طالب علم ہے، ایک بھائی بالکل فارغ ہے۔

۲۔ بیوی بچے باقی بھائیوں کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور وہی بھائی ان کا خیال رکھتے ہیں۔
۳۔ خوشی غمی میں باقی بھائی ہی اسی کی طرف سے شریک ہوتے ہیں۔

جواب:

مذکورہ صورت میں آپ کیلئے پیسے الگ کرنے کی اجازت نہیں۔

توجیہ: مکمل مشترکہ کھاتے میں رہتے ہوئے گھر کے افراد کا باہم ایک خاموش معاہدہ ہوتا ہے کہ فوائد اور ذمہ داریاں یکساں ہوں گی اور جو بھی کمائے گا وہ سب کا مشترک ہوگا، چاہے دوسرے نہ بھی کماتے ہوں۔ اگر آپ اس معاہدے میں شامل رہنا چاہتے ہیں تو پھر چھپ کر پیسے الگ کرنا جائز نہیں بلکہ یہ خیانت شمار ہوگی اور اگر آپ اپنی محنت کا بدلہ چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو الگ کرلیں یا بھائیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر جزوی اشتراک کے کسی فارمولے پر عمل کرلیں کہ مثلاً میں ہر مہینے صرف اتنے پیسے ادا کیا کروں گا، باقی کمائی میری اپنی ہے وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔فقط واللہ تعالی اعلم

والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دیں یا نہیں؟

سوال: اگر والدین اپنے بیٹے سے کہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو جبکہ میاں بیوی خوش ہیں تو اس صورت میں مرد کو کیا کرنا چاہیے؟ والدین کی بات مان لینی چاہیے یا نہیں؟ کیا یہ بات قرآن حدیث سے بھی ثابت ہے؟ اگر کسی وجہ سے والدین ایسا کہیں تو تب کیا حکم ہے؟ اور اگر بلاوجہ کہیں تب کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

جواب:

ہمارے ماحول میں والدین کی جانب سے بیوی کو طلاق دلوانے کا مطالبہ عام طور سے آپس کے بلاوجہ کے جھگڑوں کی وجہ سے ہوتا ہے دین یا دنیا کی مصلحت پیش نظر نہیں ہوتی ایسی صورت میں والدین کا حکم ماننا ضروری نہیں، نیز اس معاملے میں اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا کہ بیٹا یا بیوی صبر بھی کرسکیں گے یا نہیں اگر صبر نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تب بھی طلاق دینا ضروری نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر والدین نے طلاق کا مطالبہ دین و دنیا کی کسی مصلحت کی خاطر کیا ہو اور میاں بیوی صبر و برداشت بھی کرسکتے ہوں تب طلاق کے حکم پر عمل کرنا چاہیے، احادیث میں اس قسم کے جو واقعات ملتے ہیں ان کا درست تناظر بھی یہی ہے۔

عدت کی ابتدا پہلی طلاق سے ہوگی

سوال: میری بھانجی کو اس کے شوہر نے طلاق کا پہلا نوٹس بھجوادیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے مسماۃ فلانہ کو اپنی زوجیت سے الگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے میں فلانہ کو طلاق اول دیتا ہوں، اس میں لکھا ہے کہ ابھی مزید دو نوٹس آئینگے۔ ویسے ایک اور کاغذ بھی ہے بیان حلفی کا اس میں لکھا ہے کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے، پوچھنا یہ تھا کہ میری بھانجی کی عدت کب سے شروع ہوگی جب باقی کے نوٹس آئینگے یا پہلے نوٹس پہ ہی عدت شروع ہو چکی ہے۔ برائے مہربانی رہنمائی فرمائے۔

جواب:

مذکورہ صورت میں عدت کی ابتداء پہلی طلاق سے ہوگی۔

درمختار ج5 ص204 میں ہے:

(ومبدأ العدة بعد الطلاق و) بعد (الموت) على الفور (وتنقضي العدة وإن جهلت) المرأة (بهما) أي بالطلاق والموت لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق أو أنكر

عالمگیری ج1 ص531 میں ہے:

ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق وفي الوفاة عقيب الوفاة فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها كذا في الهداية______________فقط واللہ تعالی اعلم

***

الحمدللہ پہلے کی طرح اس سال بھی

جامعہ دارالتقویٰ

1445ھ 2024ء
کی وفاق المدارس العربیہ کے امتحانات میں

نمایاں پوزیشن

1
ملکی پوزیشن

5
صوبہ پنجاب

6
مجموعی پوزیشنز

جامعہ دارالتقویٰ لاہور

دارالتقویٰ

+92-3-222-333-224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa
شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE CPL NO. 338

A Project of Darul Taqwa

WILL
Wisdom Institute of Learning & Leadership

Enroll Your Child Today

Holistic Tarbiyyah-Based Schooling

SPECIAL FEATURES

Love of Deen
Sunnah Coaching
Arabic Language

Parental Engagement
Low Student-Teacher Ratio
Minimum Homework Policy

Love for Learning
Creative Thinking
Numeracy and literacy Skills

Unique Hifz Methodology
Competency-Based Progress
Friendly Environment

ADMISSIONS OPEN FOR

SESSION 2024-25

ECE | PRIMARY | MIDDLE

PG | NUR | KG
GRADES 1,2,3, HIFZ,
POST-HIFZ,4,5,6

LIMITED SEATS AVAILABLE AT GULBERG CAMPUS

For More Information

Visit Us: 176-M Gulberg-III
Near Model Town Lahore

Contact (ECE & PRIMARY)
0325-11 99 888

Hifz, Grades 4-6 & Post Hifz Program
0322-11 99 888

+92 42 3544 1615 | info@will.edu.pk | CAMAL Classical And Modern Academic Learning | www.will.edu.pk | /willedupk